خاندانی زندگی: شادی، طلاق، بیوہ اور بچے

Shaykh Pod BOOKS

Shaykh Pod URDU

مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے

خاندانی زندگی :شادی، طلاق، بیوہ اور بچے

شیخ پوڈ کتب

شیخ پوڈ کتب، 2025 کے ذریعہ شائع کردہ

اگرچہ اس کتاب کی تیاری میں تمام احتیاط برتی گئی ہے، ناشر غلطیوں یا کوتاہی یا یہاں موجود معلومات کے استعمال کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کے لیے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتا ہے۔

خاندانی زندگی :شادی، طلاق، بیوہ اور بچے

پہلا ایڈیشن۔ 27 فروری 2025۔

کاپی رائٹ ©2025 شیخ پوڈ کتب۔

شیخ پوڈ کتب کے ذریعہ تحریر کردہ۔

مندرجات کا جدول

مندرجات کا جدول

اعترافات

مرتب کرنے والے کے نوٹس

تعارف

خاندانی زندگی :شادی، طلاق، بیوہ اور بچے

باب 2 - البقرہ، آیات 226-233

باب 2 - البقرہ، آیات 234-235

باب 2 - البقرہ، آیات 236-237

باب 2 - البقرہ، آیات 238-239

باب 2 - البقرہ، آیات 240-242

اچھے کردار پر 500 سے زیادہ مفت ای بکس

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

اعترافات

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے، جس نے ہمیں اس جلد کو مکمل کرنے کی تحریک، موقع اور طاقت بخشی۔ درود و سلام ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کا راستہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی نجات کے لیے چنا ہے۔

ہم شیخ پوڈ کے پورے خاندان، خاص طور پر اپنے چھوٹے ستارے یوسف کے لیے اپنی تہہ دل سے تعریف کرنا چاہیں گے، جن کی مسلسل حمایت اور مشورے نے شیخ پوڈ کتب کی ترقی کو متاثر کیا ہے۔ اور ہمارے بھائی حسن کا خصوصی شکریہ، جن کے سرشار تعاون نے شیخ پوڈ کو نئی اور دلچسپ بلندیوں پر پہنچا دیا ہے جو ایک مرحلے پر ناممکن لگ رہا تھا۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا کرم مکمل فرمائے اور اس کتاب کے ہر حرف کو اپنی بارگاہِ عالی میں قبول فرمائے اور اسے روزِ آخرت میں ہماری طرف سے گواہی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بے شمار درود و سلام ہو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، آپ کی آل اور صحابہ کرام پر، اللہ ان سب سے راضی ہو۔

مرتب کرنے والے کے نوٹس

ہم نے اس جلد میں انصاف کرنے کی پوری کوشش کی ہے تاہم اگر کوئی شارٹ فال نظر آئے تو مرتب کرنے والا ذاتی طور پر ذمہ دار ہے۔

ہم ایسے مشکل کام کو مکمل کرنے کی کوشش میں غلطیوں اور کوتاہیوں کے امکان کو قبول کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم نے لاشعوری طور پر ٹھوکر کھائی ہو اور غلطیوں کا ارتکاب کیا ہو جس کے لیے ہم اپنے قارئین سے درگزر اور معافی کے لیے دعا گو ہیں اور ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے گی۔ ہم تہہ دل سے تعمیری تجاویز کی دعوت دیتے ہیں جو ShaykhPod.Books@gmail.com پر دی جا سکتی ہیں۔

تعارف

درج ذیل مختصر کتاب میں خاندانی زندگی کے کچھ اہم پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے، جن میں شادی، طلاق، بیوہ اور بچے شامل ہیں۔ یہ بحث قرآن مجید کے باب 2 البقرہ، آیات 133-136 پر مبنی ہے:

" جو لوگ اپنی بیویوں سے ہمبستری نہ کرنے کی قسم کھاتے ہیں ان کے لیے چار مہینے کا انتظار ہے، لیکن اگر وہ دوبارہ تعلقات کی طرف لوٹ آئیں تو یقیناً اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اور اگر وہ طلاق کا فیصلہ کر لیں تو بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ طلاق یافتہ عورتیں تین عدت تک انتظار میں رہیں اور ان کے لیے جائز نہیں کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو کچھ پیدا کیا ہے اسے چھپائیں اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہوں۔ اور ان کے شوہر زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر وہ صلح چاہتے ہیں تو اس]مدت [میں انہیں واپس لے جائیں۔ اور ان کی وجہ سے]یعنی ازواج مطہرات [وہی ہے جو ان سے توقع کی جاتی ہے، معقول کے مطابق۔ لیکن مردوں]یعنی شوہروں [کو]ذمہ داری اور اختیار میں [ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔ اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ طلاق دو بار ہے۔ پھر]اس کے بعد[، یا تو]اسے [قابل قبول طریقے سے رکھو یا]اسے [اچھے طریقے سے چھوڑ دو علاج اور جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ لینا تمہارے لیے جائز نہیں جب تک کہ دونوں کو یہ خوف نہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو برقرار نہیں رکھ سکیں گے۔ لیکن اگر آپ کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو برقرار نہیں رکھیں گے تو ان دونوں میں سے کسی پر بھی اس میں کوئی گناہ نہیں جس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو فدیہ دے رہی ہے۔ یہ اللہ کی حدود ہیں لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا وہی ظالم ہیں۔ اور اگر اس نے اسے]تیسری بار [طلاق دے دی ہے تو وہ اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں جب تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور سے نکاح نہ کر لے۔ اور اگر وہ]یعنی مؤخر الذکر شوہر [اسے طلاق دے دے]یا مر جائے [تو ان پر]یعنی عورت اور اس کے سابقہ شوہر [پر کوئی الزام نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے پاس واپس آجائیں اگر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ کی حدود کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کے لیے واضح کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرچکی ہوں تو یا تو انہیں قابل قبول شرائط کے مطابق رکھو یا قابل قبول شرائط کے مطابق چھوڑ دو، اور ان کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے)ان کے خلاف (نہ رکھو۔ اور جس نے ایسا کیا یقیناً اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اور اللہ کی آیات کو مذاق میں نہ اڑاؤ۔ اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے اور جو کتاب اور حکمت تم پر نازل ہوئی ہے جس سے وہ تمہیں ہدایت کرتا ہے۔ اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرچکی ہوں تو انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو اگر وہ آپس میں

کسی قابل قبول بنیاد پر راضی ہوں۔ تم میں سے جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے یہ ہدایت کی جاتی ہے۔ یہ تمہارے لیے بہتر اور پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال تک دودھ پلا سکتی ہیں جو کوئی دودھ پلانے کی مدت مکمل کرنا چاہے۔ باپ کے ذمے ان کا]یعنی ماؤں کا [رزق ہے اور ان کا لباس اس کے مطابق جو قابل قبول ہے۔ کسی بھی شخص پر اس کی صلاحیت سے زیادہ کا الزام نہیں لگایا جاتا۔ کسی ماں کو اس کے بچے کے ذریعے اور کسی باپ کو اس کے بچے کے ذریعے نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ اور]باپ [کے وارث پر]باپ [کی طرح]فرض [ہے۔ اور اگر وہ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے بچوں کو متبادل کے ذریعہ پالیں تو آپ پر کوئی گناہ نہیں جب تک کہ آپ قابل قبول ادائیگی کریں۔ اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اور جو لوگ تم میں سے موت کے گھاٹ اتارے جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ)بیویاں (چار مہینے دس دن انتظار کریں۔ اور جب وہ اپنی میعاد پوری کر لیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ اپنے ساتھ قابل قبول طریقے سے کرتے ہیں۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ تم پر اس بات کا کوئی قصور نہیں ہے جس کی طرف تم عورتوں کو کسی تجویز کے بارے میں]بالواسطہ [اشارہ کرتے ہو یا جو تم اپنے اندر چھپاتے ہو۔ اللہ جانتا ہے کہ آپ ان کو ذہن میں رکھیں گے۔ لیکن ان سے چپکے سے وعدہ نہ کرو سوائے صحیح قول کے۔ اور جب تک مقررہ مدت پوری نہ ہو جائے نکاح کا فیصلہ نہ کریں۔ اور جان لو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے اندر ہے، لہٰذا اس سے بچو۔ اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا اور بردبار ہے۔ تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم ان عورتوں کو طلاق دے دو جنہیں تم نے چھوا تک نہ ہو اور نہ ان کے لیے کوئی فرض مقرر کیا ہو۔ لیکن ان کو معاوضہ دیں - امیر کو اس کی استطاعت کے مطابق اور غریب کو اس کی استطاعت کے مطابق - ایک رزق جو قابل قبول ہے، نیکی کرنے والوں پر فرض ہے۔ اور اگر تم نے ان کو چھونے سے پہلے طلاق دے دی اور تم نے ان کے لیے ایک فرض مقرر کر دیا ہے تو جو کچھ تم نے مقرر کیا ہے اس میں سے آدھا دے دو، الا یہ کہ وہ حق کو چھوڑ دے یا جس کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے وہ اسے ترک نہ کر دے۔ اور ترک کرنا نیکی کے زیادہ قریب ہے۔ اور اپنے درمیان احسان کو نہ بھولنا۔ بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اسے دیکھنے والا ہے۔]فرض [نمازوں اور]خاص طور پر [درمیانی نماز کو احتیاط کے ساتھ ادا کریں اور اللہ کے سامنے عبادت کے ساتھ کھڑے رہیں۔ اور اگر تم)دشمن سے (ڈرو تو پیدل یا سوار ہو کر نماز پڑھو۔ لیکن جب تم امن میں ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو جیسا کہ اس نے تمہیں وہ سکھایا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ اور جو تم میں سے موت کے گھاٹ اتارے جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں ان کی بیویوں کے لیے وصیت ہے کہ ایک سال تک نفقہ ان کو نکالے بغیر۔ لیکن اگر وہ)اپنی مرضی سے (چھوڑ دیں تو آپ پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ اپنے ساتھ قابل قبول طریقے سے کرتے ہیں۔ اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اور طلاق یافتہ عورتوں کے لیے قابل قبول رزق ہے جو نیک لوگوں پر فرض ہے۔ اس طرح اللہ تم پر اپنی آیات واضح کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

زیر بحث اسباق کو نافذ کرنے سے مثبت خصوصیات کو اپنانے میں مدد ملے گی۔ مثبت خصوصیات کو اپنانا دماغ اور جسم کے سکون کا باعث بنتا ہے۔

خاندانی زندگی :شادی، طلاق، بیوہ اور بچے

باب 2 - البقرہ، آیات 226-233

لِّلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِن فَآءُو فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ٢٢٦

وَإِنْ عَزَمُوا۟ ٱلطَّلَٰقَ فَإِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ٢٢٧

وَٱلْمُطَلَّقَٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَٰثَةَ قُرُوٓءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ ٱللَّهُ فِىٓ
أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِى ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوٓا۟ إِصْلَٰحًا وَلَهُنَّ
مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ٢٢٨

ٱلطَّلَٰقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌۢ بِإِحْسَٰنٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُوا۟ مِمَّآ
ءَاتَيْتُمُوهُنَّ شَيْـًٔا إِلَّآ أَن يَخَافَآ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْهِمَا فِيمَا ٱفْتَدَتْ بِهِۦ تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ
٢٢٩

فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُۥ مِنۢ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُۥ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ أَن يَتَرَاجَعَآ إِن
ظَنَّآ أَن يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ٢٣٠

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا
تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا۟ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُۥ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوٓا۟ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ هُزُوًا ۚ
وَٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ ٱلْكِتَٰبِ وَٱلْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِۦ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ
وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٣١﴾

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَٰجَهُنَّ إِذَا تَرَٰضَوْا۟ بَيْنَهُم
بِٱلْمَعْرُوفِ ۗ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِۦ مَن كَانَ مِنكُمْ يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۗ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ ۗ
وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٣٢﴾

۞ وَٱلْوَٰلِدَٰتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ۖ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ ٱلرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى ٱلْمَوْلُودِ لَهُۥ
رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَٰلِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ
لَّهُۥ بِوَلَدِهِۦ ۚ وَعَلَى ٱلْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ ۗ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَن تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ
وَإِنْ أَرَدتُّمْ أَن تَسْتَرْضِعُوٓا۟ أَوْلَٰدَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّآ ءَاتَيْتُم بِٱلْمَعْرُوفِ ۗ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ
وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٣٣﴾

" جو لوگ اپنی بیویوں سے ہمبستری نہ کرنے کی قسم کھاتے ہیں ان کے لیے چار مہینے کا انتظار ہے، لیکن اگر وہ پھر سے رجوع کر لیں تو یقیناً اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اور اگر وہ طلاق کا فیصلہ کر لیں تو بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

طلاق یافتہ عورتیں تین عدت تک انتظار میں رہیں اور ان کے لیے جائز نہیں کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو کچھ پیدا کیا ہے اسے چھپائیں اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہوں۔ اور ان کے

شوہر زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر وہ صلح چاہتے ہیں تو اس]مدت [میں انہیں واپس لے جائیں۔ اور ان کی وجہ سے]یعنی ازواج مطہرات [وہی ہے جو ان سے توقع کی جاتی ہے، معقول کے مطابق۔ لیکن مردوں]یعنی شوہروں [کو]ذمہ داری اور اختیار میں [ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔ اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

طلاق دو بار ہے۔ پھر]اس کے بعد[، یا تو]اسے [قابل قبول طریقے سے رکھو یا]اسے [اچھے طریقے سے چھوڑ دو علاج اور جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ لینا تمہارے لیے جائز نہیں جب تک کہ دونوں کو یہ خوف نہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو برقرار نہیں رکھ سکیں گے۔ لیکن اگر آپ کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو برقرار نہیں رکھیں گے تو ان دونوں میں سے کسی پر بھی اس میں کوئی گناہ نہیں جس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو فدیہ دے رہی ہے۔ یہ اللہ کی حدود ہیں لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا وہی ظالم ہیں۔

اور اگر اس نے اسے]تیسری بار [طلاق دے دی ہے تو وہ اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں جب تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور سے نکاح نہ کر لے۔ اور اگر وہ]یعنی مؤخر الذکر شوہر [اسے طلاق دے دے]یا مر جائے [تو ان پر]یعنی عورت اور اس کے سابقہ شوہر [پر کوئی الزام نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے پاس واپس آجائیں اگر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ کی حدود کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کے لیے واضح کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرچکی ہوں تو یا تو انہیں قابل قبول شرائط کے مطابق رکھو یا قابل قبول شرائط کے مطابق چھوڑ دو، اور ان کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے)ان کے خلاف (نہ رکھو۔ اور جس نے ایسا کیا یقیناً اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اور اللہ کی آیات کو مذاق میں نہ اڑاؤ۔ اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے اور جو کتاب اور حکمت تم پر نازل ہوئی ہے جس سے وہ تمہیں ہدایت کرتا ہے۔ اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرچکی ہوں تو انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو اگر وہ آپس میں کسی قابل قبول بنیاد پر راضی ہوں۔ تم میں سے جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے یہ ہدایت کی جاتی ہے۔ یہ تمہارے لیے بہتر اور پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال تک دودھ پلا سکتی ہیں جو کوئی دودھ پلانے کی مدت مکمل کرنا چاہے۔ باپ کے ذمے ان کا]یعنی ماؤں کا [رزق ہے اور ان کا لباس اس کے مطابق جو قابل قبول ہے۔ کسی بھی شخص پر اس کی صلاحیت سے زیادہ کا الزام نہیں لگایا جاتا۔ کسی ماں کو اس کے بچے کے ذریعے اور کسی باپ کو اس کے بچے کے ذریعے نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ اور]باپ [کے وارث پر]باپ [کی طرح]فرض [ہے۔ اور اگر وہ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے بچوں کو متبادل کے ذریعہ پالیں تو آپ پر کوئی گناہ نہیں جب تک کہ آپ قابل قبول ادائیگی کریں۔ اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

پچھلی آیات میں گفتگو پر قابو پانے اور ناپسندیدہ قسمیں کھانے سے گریز کرنے کی اہمیت پر بحث کی گئی تھی۔ اس کے بعد زیر بحث آیات کے شروع میں ایک خاص مثال دی گئی ہے جو عرب معاشرے میں بہت زیادہ رائج تھی۔ باب 2 البقرہ، آیت 226:

"جو لوگ اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھاتے ہیں ان کے لیے چار مہینے کا انتظار ہے..."

یہ ایک بار پھر اپنے آپ کو اور دوسروں کو دونوں جہانوں میں مصیبت سے بچانے کے لیے اپنی بات پر قابو رکھنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ عام طور پر تقریر کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ پہلی گناہ والی بات ہے اور اس سے ہر وقت پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ اس دنیا میں پریشانی اور تناؤ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ الفاظ، خاص طور پر گناہ والے الفاظ ہیں۔ اس کے علاوہ، برے الفاظ بولے جانے والے لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کی بنیادی وجہ قیامت کے دن ہو گی۔ جامع ترمذی نمبر 2616 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ دوسری قسم کی تقریر فضول ہے۔ اگرچہ اس کو گناہ نہیں سمجھا جاتا، لیکن اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ فضول باتیں اکثر گناہ کی طرف لے جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر، فضول گفتگو اکثر دوسروں کے بارے میں غیبت اور گپ شپ کا باعث بنتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ وقت اور توانائی کا ضیاع ہے جو اس دنیا میں اکثر تناؤ اور جھگڑوں کا باعث بنتا ہے اور یہ قیامت کے دن انسان کے لیے بہت زیادہ افسوس کا باعث ہو گا، خاص طور پر جب وہ ان لوگوں کا مشاہدہ کرے جنہوں نے اپنے وقت اور توانائی کو صحیح طریقے سے استعمال کیا اور اس کے نتیجے میں انہیں کیا اجر ملتا ہے۔ تیسری قسم کی تقریر اچھی اور فائدہ مند ہے اور اسے دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں بولنا چاہیے۔ اس لیے اپنی زندگی سے دو تہائی تقریر کو نکالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2501 کی ایک حدیث میں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔

باب 2 البقرہ، آیت 226:

"جو لوگ اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھاتے ہیں ان کے لیے چار مہینے کا انتظار ہے ..."

اسلام سے پہلے کے زمانے میں ناراض شوہر یہ قسم کھاتا تھا لیکن اس پر وقت کی پابندی نہیں لگاتا تھا۔ اس پر امام واحدی رحمۃ اللہ علیہ، اصباب النزول ، 2:226 میں بحث کی گئی ہے ۔ یہ اس کی بیوی کے ساتھ صریح ناانصافی تھی کیونکہ اسے طلاق نہیں دی گئی تھی تاکہ وہ دوبارہ شادی کر سکے اور نہ ہی وہ اپنے شوہر کے ساتھ حقیقی ازدواجی زندگی گزار رہی تھی۔ اللہ عزوجل نے اس جدائی پر ایک حد لگا کر اس احمقانہ اور ناجائز عمل کو ختم کر دیا۔

طلاق کو حتمی شکل دینے سے پہلے چار ماہ کے انتظار کا دورانیہ مقرر کیا گیا ہے تاکہ میاں بیوی دونوں کے جذبات کو پرسکون کیا جاسکے تاکہ وہ واضح، غیر جانبدارانہ اور حد سے زیادہ جذباتی ذہن کے ساتھ شادی کرنے یا طلاق لینے کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا جائزہ لے سکیں تاکہ وہ باخبر فیصلہ کرسکیں جس پر انہیں بعد میں پچھتاوا نہ ہو۔ تاہم، یہ باخبر فیصلہ اس وقت حاصل نہیں ہوتا جب طلاق فوراً واقع ہو جاتی ہے اور لوگ اکثر عزت نفس اور شرم کی وجہ سے اپنا خیال بدلنے کی خواہش نہیں کرتے، جو کہ کسی شخص کے پچھتاوے کو مزید تناؤ میں مدد دیتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہ وقت حمل کے لیے خود کو ظاہر کرنے کی اجازت دیتا ہے اور اسے بیوی سے چھپایا نہیں جانا چاہیے، کیونکہ شوہر کو طلاق دینے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ جاننے کا حق ہے۔ آخر میں، ایک عدت جوڑے کو طلاق دینے کا انتخاب کرنے والے جوڑے کو جذباتی طور پر دوسری شادی کرنے سے روکتا ہے، جو ان کے لیے مزید مسائل کا باعث بنے گا۔

اگر شوہر اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے اپنی نذر توڑ دیتا ہے اور اس کے بجائے اپنی بیوی کے ساتھ رہنا چاہتا ہے تو اسے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی جلد بازی کی سزا نہیں دیتا۔ اس کے بجائے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کے لیے معافی اور رحم کرے گا، لیکن شوہر کو ان کی ٹوٹی ہوئی قسم کی تلافی کرنے کی ضرورت ہے، جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 226:

"جو لوگ اپنی بیویوں سے ہمبستری نہ کرنے کی قسم کھاتے ہیں ان کے لیے چار مہینے کا انتظار ہے، لیکن اگر وہ دوبارہ تعلقات کی طرف لوٹ آئیں تو یقیناً اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

بخشش اور رحم کی خدائی صفات شادی شدہ جوڑوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رحم اور درگزر کرنے کی یاد دلاتی ہیں، کیونکہ ان دو خصوصیات کو اپنانے سے وہ ایسے حالات میں زیادہ رد عمل ظاہر کرنے سے روکیں گے جو اکثر جھگڑے کا باعث بنتے ہیں، خاص طور پر ایسے مسائل پر جنہیں طلاق کے بغیر آسانی سے حل کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہ بتانا ضروری ہے کہ سنگین حالات میں، جیسے کہ جسمانی زیادتی، ایک شخص کو اپنی اور دوسروں کی حفاظت کے لیے اقدامات کرنا ہوں گے، جیسے کہ اپنے بچوں، چاہے اس کا مطلب اپنے شریک حیات کو طلاق دینا ہو، کیونکہ اسلام نے لوگوں کو اس قسم کی زیادتی کو برداشت کرنے کی کبھی ترغیب نہیں دی ہے۔ اپنی حفاظت کے بعد ہی، تاکہ تاریخ اپنے آپ کو نہ دہرائے، انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کو معاف کرنے کی کوشش کرے، اور پھر اپنی زندگی کو آگے بڑھائے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے شادی کی پریشانیوں سے نمٹنے میں بیرونی مدد کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے جو جوڑے کے ذریعے حل نہیں کیا جا سکتا۔ باب 2 البقرہ، آیت 227:

"...اور اگر وہ طلاق کا فیصلہ کر لیں"

جمع لفظ جو کہ دو سے زیادہ افراد کی طرف اشارہ کرتا ہے، دوہری عربی کے بجائے استعمال ہوتا ہے۔ ایک شادی شدہ جوڑے کو سب سے پہلے اپنے درمیان مسائل کو درست کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ انہیں اپنے تعصبات اور جذبات کو ایک طرف رکھنا چاہیے اور اسلام کی رہنمائی میں معروضی اور منطقی طور پر مسائل سے نمٹنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ مسائل سے نمٹنے کے دوران، جوڑے کو ایک دوسرے کا احترام کرتے رہنا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم

دیا ہے، چاہے ان کا شریک حیات ایسا کرنے میں ناکام ہو۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جیسا وہ چاہتے ہیں کہ ان کے محبوب کے ساتھ ان کے شریک حیات کے ساتھ سلوک کیا جائے۔ اس کے علاوہ، انہیں ان حقوق کو سیکھ کر مسائل کے امکانات کو کم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو وہ اپنے شریک حیات پر واجب الادا ہیں اور وہ حقوق جو وہ اپنے شریک حیات کے واجب الادا ہیں۔ شادی کے مسائل اور طلاق کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے شریک حیات سے ایسی چیزوں کا مطالبہ کرتا ہے جس کا وہ حقدار نہیں ہے۔ یہ تمام چیزیں اسی وقت حاصل ہو سکتی ہیں جب کوئی شخص اسلام کی تعلیمات کی بنیاد پر شریک حیات کا انتخاب کرے جو کہ تقویٰ کے حامل شخص سے شادی کرے۔ صحیح بخاری نمبر 5090 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اپنی شریک حیات کے ساتھ بدسلوکی نہیں کرے گا حتیٰ کہ وہ ان سے ناراض ہوں گے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کا محاسبہ کرے گا۔ جبکہ جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ اپنی شریک حیات کے ساتھ آسانی سے زیادتی کرے گا اور وہ اپنی شریک حیات کے حقوق ادا نہیں کریں گے، خواہ وہ ان سے محبت کا دعویٰ ہی کیوں نہ کریں۔

اگر شادی شدہ جوڑے مسائل کو خود حل کرنے میں ناکام رہتے ہیں، تو انہیں باہر کی مدد کی طرف رجوع کرنا چاہیے، جیسے رشتہ داروں اور شادی کی مشاورت۔ باب 4 النساء، آیت 35:

’’اور اگر تم دونوں کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث اس کی قوم سے اور ایک اس کی قوم سے منصف بھیج دو۔ اگر وہ دونوں صلح چاہتے ہیں تو اللہ ان کے درمیان صلح کرا دے گا۔ بے شک اللہ ہمیشہ جاننے والا اور باخبر ہے۔‘‘

لیکن جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو مدد کے لیے بلایا گیا ہے، ان کے پاس تجربہ، اسلامی علم، حکمت اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہونا چاہیے۔ صرف اس صورت میں جب وہ ان خصوصیات کے حامل ہوں گے تو وہ ایماندارانہ اور مخلصانہ انداز میں برتاؤ کریں گے جو شادی شدہ جوڑے کی مدد کرتا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمان صحیح لوگوں سے مدد مانگنے میں ناکام رہتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ حالات کو مزید خراب کرتے ہیں۔ جو شخص یہ خصوصیات نہیں رکھتا وہ صرف اس بات کی پرواہ کرتا ہے کہ اس کا رخ صحیح ہے اور دوسرا

فریق غلط ہے۔ اور نہ ہی وہ میاں بیوی کے حقوق کا علم رکھتے ہوں گے اور ایک دوسرے کے مقروض ہوں گے اور نتیجتاً وہ جو بھی بحث کرتے ہیں وہ ایماندار اور منصفانہ ہونے کے بجائے ان کے حق میں ہوں گے۔

باب 2 البقرہ، آیت 227:

"...اور اگر وہ طلاق کا فیصلہ کر لیں"

اس آیت میں فیصلہ کے لیے عربی لفظ کا مطلب مضبوط عزم ہے۔ اس لیے جب ایک فریق مکمل طور پر طلاق دینے پر آمادہ ہو جائے تو دوسری طرف سے اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے فریقین کے درمیان مزید مسائل اور دشمنی پیدا ہوتی ہے اور تناؤ کو طول دیا جاتا ہے۔ اس صورت میں، طلاق کی کارروائی کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھنا اور پھر زندگی کے ساتھ آگے بڑھنا بہتر ہے۔

باب 2 البقرہ، آیت 227:

‘‘اور اگر وہ طلاق کا فیصلہ کر لیں تو بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔’’

چاہے کوئی جوڑا ایک ساتھ رہنے یا طلاق لینے کا فیصلہ کرے، انہیں اور اس میں شامل دیگر افراد، جیسے کہ ان کے رشتہ داروں کو، ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کو برقرار رکھنا چاہیے، جیسا کہ اسلام نے حکم دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کی نیت، قول اور فعل کو سنتا اور جانتا ہے، اس لیے وہ ان سے دونوں جہانوں میں جوابدہ ہوگا۔ اس کے علاوہ، اگر کوئی جوڑا طلاق کا فیصلہ کر لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ان کی پرامن زندگی کے حصول میں مدد کرے گا، کیونکہ وہ ان کے حالات سے پوری طرح واقف ہے، جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھیں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اس کو خوش کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 130:

"لیکن اگر وہ علیحدگی اختیار کر لیں گے تو اللہ ان میں سے ہر ایک کو اپنی کثرت سے غنی کر دے گا۔ اور اللہ ہر وقت احاطہ کرنے والا اور حکمت والا ہے۔"

جب طلاق جاری کی جاتی ہے، تو عورت کو طلاق کے حتمی ہونے سے پہلے تین ماہانہ حیض کا انتظار کرنا چاہیے اور پھر وہ دوبارہ شادی کرنے کے لیے آزاد ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 228:

‘‘طلاق شدہ عورتیں تین عدت تک انتظار میں رہیں [یعنی دوبارہ نکاح نہ کریں]۔’’

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، طلاق کے حتمی ہونے سے پہلے انتظار کا یہ وقت میاں اور بیوی دونوں کے جذبات کو پرسکون کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے تاکہ وہ واضح، غیر جانبدارانہ اور حد سے زیادہ جذباتی ذہن کے ساتھ شادی کرنے یا طلاق لینے کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا جائزہ لے سکیں تاکہ وہ باخبر فیصلہ کر سکیں جس پر انہیں بعد میں پچھتاوا نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ عدت میں

عورت کو اپنے شوہر کے گھر میں رہنا چاہیے تاکہ جذبات ٹھنڈا ہونے کے بعد وہ ایک دوسرے کی تعریف کریں۔ اس کی طرف اگلی آیت کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 65 میں طلاق، آیت 1:

" اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت کے لیے طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ انہیں ان کے]شوہروں [کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ]خود [اس وقت تک باہر نکلیں جب تک کہ وہ صریح بے حیائی کا ارتکاب نہ کر رہے ہوں۔ اور یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا یقیناً اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ تم نہیں جانتے؛ ہو سکتا ہے کہ اللہ اس کے بعد کوئی اور معاملہ لے آئے۔

تاہم، یہ باخبر فیصلہ اس وقت حاصل نہیں ہوتا جب طلاق فوراً واقع ہو جاتی ہے اور لوگ اکثر عزت نفس اور شرمندگی کی وجہ سے اپنا خیال بدلنے کی خواہش نہیں کرتے ہیں، جس سے صرف ایک شخص کے پچھتاوے میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ، عدت کی مدت طلاق کا انتخاب کرنے والے جوڑے کو جذباتی طور پر دوسری شادی کرنے سے روکتی ہے، جو ان کے لیے مزید مسائل کا باعث بنے گی۔ آخر میں، یہ وقت حمل کو ظاہر کرنے کی اجازت دیتا ہے اور اسے بیوی کے ذریعہ چھپایا نہیں جانا چاہئے کیونکہ شوہر کو طلاق دینے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ جاننے کا حق ہے۔ بچے کی موجودگی بلاشبہ بیوی کو طلاق دینے یا نہ دینے کے سلسلے میں شوہر کے سوچنے کے عمل کو متاثر کرے گی۔ یہ مسئلہ اس قدر اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی ذات اور یوم آخرت پر یقین کے ساتھ جوڑا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 228:

’’ اور ان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو کچھ پیدا کیا ہے اسے چھپائیں اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں‘‘۔

ایک بار پھر، اللہ تعالیٰ واضح کرتا ہے کہ لوگوں کے درمیان تعلق، جیسے کہ شادی شدہ جوڑے، براہ راست اس کی اطاعت یا نافرمانی سے جڑا ہوا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان حقوق

العباد کو لوگوں کے حقوق سے بالکل الگ کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے حقوق کی کوئی فکر نہیں ہے۔ نتیجتاً یہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے حقوق مثلاً فرض نمازوں کو ادا کرنے میں تو اچھے ہیں لیکن لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں خوفناک ہیں اور اکثر ان پر ظلم کرتے ہیں۔ اس گمراہ کن عقیدے سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں مصیبت کا باعث ہے۔ انصاف قیامت کے دن قائم ہو گا۔ دوسروں پر ظلم کرنے والے کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں متاثرین کے حوالے کرے اور اگر ضرورت پڑے تو ظالم اپنے شکار کے گناہ لے گا۔ یہ ظالم کو جہنم میں ڈالنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنا بہت ضروری ہے۔ لوگوں کے حوالے سے، یہ سب سے بہتر اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے جس طرح وہ خود چاہتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ سلوک کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے یا واپس لینے کی ذمہ داری شوہر کے ہاتھ میں رکھی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 228:

’’ اور ان کے شوہروں کو زیادہ حق ہے کہ وہ ان کو اس]مدت [میں واپس لے جائیں اگر وہ صلح چاہتے ہیں...‘‘

اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر مرد عورتوں کے مقابلے میں کم جذباتی ہوتے ہیں اور اس لیے جذبات کی بنیاد پر اپنے شریک حیات کو طلاق دینے کا امکان کم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ، چونکہ بیوی اور بچوں سمیت گھر کی تمام مالی ذمہ داریاں شوہر پر ہیں، اس لیے یہ حق صرف اسی کے پاس ہے کہ وہ طلاق دے یا اسے واپس لے۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو عدت کے دوران صرف اس صورت میں واپس لے جا سکتا ہے جب وہ صلح کرنا چاہے۔ وہ اپنی بیوی کو نقصان پہنچانے کے لیے ایسا نہیں کر سکتا، جیسے کہ اس کی زندگی کو مشکل بنانے کے لیے طلاق کی کارروائی کو طول دینا۔ اس سے اگلی آیت میں اور قرآن کریم کی دوسری آیات میں خاص طور پر تنبیہ کی گئی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 229:

طلاق دو بار ہے۔ پھر]اس کے بعد [یا تو]اسے [قابل قبول طریقے سے رکھو یا]اسے [اچھے سلوک " ‘‘کے ساتھ چھوڑ دو۔

اور باب 2 البقرہ، آیت 228:

اور ان کے شوہروں کو زیادہ حق ہے کہ وہ ان کو اس]مدت [میں واپس لے جائیں اگر وہ صلح ..." چاہتے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے]یعنی بیویاں [اسی طرح ہیں جو ان سے توقع کی جاتی ہے، معقول "...کے مطابق

پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح میں مردوں کے حقوق کا ذکر کرنے سے پہلے عورتوں کے حقوق کا ذکر کیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا شوہر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرے گا، خواہ وہ کبھی کبھار اس کے حقوق ادا کرنے میں ناکام ہو جائے۔

عام طور پر، ایک مسلمان کو کبھی بھی اتنا خودغرض نہیں ہونا چاہئے کہ وہ صرف ان حقوق کی پرواہ کرے جو لوگوں کے ان پر واجب ہیں۔ اس کے بجائے وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اپنی طاقت اور طاقت کے مطابق دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کسی بندے سے یہ نہیں پوچھے گا کہ کیا لوگوں نے ان کے حقوق ادا کیے، بلکہ اس سے پوچھے گا کہ کیا اس نے لوگوں کے حقوق ادا کیے؟ لہٰذا انہیں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کی زیادہ فکر کرنی چاہیے پھر ان حقوق کا خیال رکھنا چاہیے جو لوگوں کے واجب الادا ہیں۔ اس کے علاوہ دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنا بھی ان کے لیے مخلص ہونے کا ایک پہلو ہے اور جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ اپنے حقوق کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی نصرت پائے گا۔

اس کے علاوہ، اس دور میں جب دنیا بھر میں خواتین کو کوئی حقوق حاصل نہیں تھے، یہ اللہ تعالیٰ اسلام نے خواتین کو ایسی ،ہی تھا جس نے انہیں 1400 سال پہلے عطا کیا تھا۔ مثال کے طور پر عزت دی ہے، جیسا کہ کسی اور ادارے یا عقیدے نے کبھی نہیں دی، جیسا کہ جنت، جو کہ آخری نمبر 3106 سنن نسائی نعمت ہے، عورت کے قدموں کے نیچے، یعنی اپنی ماں کو۔ اس کی تصدیق نمبر 3895 میں موجود ایک اور حدیث میں جامع ترمذی میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے ۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ بہترین مرد وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ماہواری کے دوران عورتوں کا زیادہ خیال رکھنے اور ان کا احترام کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا کیونکہ یہ ان کے لیے تکلیف کا باعث ہے۔ اس اضافی دیکھ بھال اور احترام کا عملی طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ مظاہرہ کیا اور اس کی تقلید ضروری ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 222:

"...،اور وہ تم سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہو، "یہ درد ہے "

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عورتوں کے لیے گھریلو استعمال کی چیزوں کے برابر ہونا عام رواج تھا۔ انہیں مویشیوں کی طرح خریدا اور بیچا جائے گا۔ عورت کو شادی کے حوالے سے کوئی حق نہیں تھا۔ اپنے رشتہ داروں کی طرف سے وراثت میں کچھ حصہ کی حقدار ہونے کے علاوہ، وہ خود کو وراثت کا ایک ٹکڑا سمجھا جاتا تھا جیسے گھر کے دیگر سامان۔ اسے مردوں کی ملکیت سمجھا جاتا تھا جبکہ اسے کسی چیز کی ملکیت کی اجازت نہیں تھی۔ اور وہ صرف مرد کی مرضی کے مطابق خرچ کر سکتی تھی۔ جبکہ مرد اپنی خواہش کے مطابق کوئی بھی مال خرچ کر سکتا ہے جو اس کی ملکیت ہو۔ اسے اس طریقہ پر سوال کرنے کا بھی حق نہیں تھا۔ یورپ کے بعض گروہوں نے تو عورت کو انسان نہیں سمجھا اور اسے جانور کے برابر قرار دیا۔ عورت کو مذہب میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ وہ عبادت کے لیے نااہل سمجھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض نے عورتوں کو روح کی حامل نہیں قرار دیا۔ ایک باپ کے لیے اپنی نوزائیدہ یا جوان بیٹی کو قتل کرنا مکمل طور پر معمول سمجھا جاتا تھا کیونکہ اسے خاندان کے لیے شرمندگی کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔ بعض کا یہ بھی ماننا تھا کہ عورت کو قتل کرنے والے کے خلاف کوئی انصاف نہیں کیا جائے گا۔ کچھ رسم و رواج نے تو مردہ شوہر کی بیوی کو بھی مار ڈالا کیونکہ وہ اس کے بغیر رہنے کے قابل نہیں تھی۔ بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ عورتوں کا مقصد صرف مردوں کی خدمت ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسان کو تمام انسانوں کا احترام سکھایا، عدل و انصاف کو قانون بنایا اور مردوں کو عورتوں کے حقوق ان پر ان کے اپنے حقوق کے متوازی پورے کرنے کا ذمہ دار بنایا۔ خواتین کو آزاد اور خود مختار بنایا گیا۔ وہ مردوں کی طرح اپنی جان و مال کی خود مالک بن گئی۔ کوئی مرد عورت کو زبردستی کسی سے شادی کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اگر اس کی رضامندی کے بغیر اسے مجبور کیا جاتا ہے تو یہ اس کا اختیار بنتا ہے کہ وہ نکاح جاری رکھے یا اسے فسخ کرے۔ کسی مرد کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں سے کچھ بھی اس کی رضامندی اور منظوری کے بغیر خرچ کرے۔ شوہر کی موت کے بعد یا طلاق کے بعد وہ خود مختار ہو جاتی ہے اور اسے کسی کی طرف سے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ذمہ داریوں کے مطابق مردوں کی طرح وراثت میں حصہ ملتا ہے۔ عورتوں پر خرچ کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اللہ تعالیٰ نے عبادت قرار دیا ہے۔ یہ تمام حقوق اور اس سے زیادہ عورتوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے نہیں دیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ آج خواتین کے حقوق کے لیے کھڑے ہونے والے اسلام پر تنقید کرتے ہیں حالانکہ اس نے خواتین کو صدیوں پہلے حقوق دیے تھے۔

زیر بحث آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ بیوی کے حقوق شوہر کے برابر ہیں اور دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 228:

"... اور ان کی وجہ سے]یعنی بیویاں [اسی طرح کی ہیں جو ان سے توقع کی جاتی ہے، معقول کے مطابق۔ لیکن مردوں]یعنی شوہروں [کو ان پر]ذمہ داری اور اختیار میں [ایک درجہ حاصل ہے..."

گھر میں جو اعلیٰ مقام شوہر کو دیا گیا ہے اس کا تعلق ان کی اعلیٰ ذمہ داری سے ہے۔ شوہر کا فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی، بچوں اور گھر کے اخراجات کو مالی طور پر مہیا کرے۔ بیوی کی گھر میں کوئی مالی ذمہ داری نہیں ہے۔ درحقیقت عام طور پر دیکھا جائے تو شادی سے پہلے بھی اس کی

کوئی مالی ذمہ داری نہیں ہوتی، جیسا کہ اس کے والد اس کے ذمہ دار تھے اور بڑھاپے میں، ذمہ داری اس کے بچوں پر آتی ہے، اگر وہ بیوہ ہو یا طلاق یافتہ۔ ذمہ داری کا یہ اعلیٰ درجہ جشن منانے یا فخر کرنے کی چیز نہیں ہے کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ قیامت کے دن آدمی کے پاس جواب دینے کے لیے بہت کچھ ہے۔ اور جس کے اعمال کی جانچ پڑتال ہو گی وہ قیامت کے دن سزا پائے گا۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 103 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ لہٰذا صرف احمق ہی زیادہ ذمہ داریوں کی خواہش رکھتا ہے جس کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جوابدہ ہوں گے۔ اس لیے خواتین کو خوش ہونا چاہیے کہ وہ اس پر آہ و بکا کرنے کے بجائے ان ذمہ داریوں سے معذرت کر لی گئیں۔ اس کے علاوہ صحابی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ یہ درجہ مردوں کے لیے حسن سلوک اور اپنی بیویوں پر مناسب طریقے سے مال خرچ کرنے کی ترغیب ہے کیونکہ جس کو ترجیح دی جائے اسے اچھے اخلاق اختیار کرنے کی زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ تفسیر القرطبی جلد 1 صفحہ 580 میں اس پر بحث کی گئی ہے۔

لیکن اگرچہ شوہروں کو ان کی اضافی ذمہ داریوں کی وجہ سے خاندان میں اعلیٰ مقام دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں تنبیہ کرتا ہے کہ وہ اپنے عہدے کا غلط استعمال نہ کریں، کیونکہ وہ ان سے دونوں جہانوں میں جوابدہ ہوگا، کیونکہ کوئی بھی اس کی قدرت سے بچ نہیں سکتا۔ باب 2 البقرہ، آیت 228:

لیکن مردوں]یعنی شوہروں [کو]ذمہ داری اور اختیار میں [ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔ اور اللہ غالب ہے..."

اللہ تعالیٰ نے آیت 228 کو ختم کرتے ہوئے لوگوں کو یاد دہانی کرائی ہے کہ وہ اکیلا ہی تمام چیزوں کا مکمل اور مکمل علم رکھتا ہے، جیسے کہ لوگوں کی ذہنی اور جسمانی حالتوں اور خاندانی گھر کو کیسے منظم کرنا ہے، وہ اکیلا ہی لوگوں کو اپنے خاندان میں ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے ضروری ضابطہ اخلاق عطا کرنے کی بہترین پوزیشن میں ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 228:

‘‘اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔’’

باب 2 البقرہ، آیت 228:

"... اور ان کی وجہ سے]یعنی بیویاں [اسی طرح کی ہیں جو ان سے توقع کی جاتی ہے، معقول کے مطابق۔ لیکن مردوں]یعنی شوہروں [کو ان پر]ذمہ داری اور اختیار میں [ایک درجہ حاصل ہے..."

عام طور پر، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک معیار مقرر کیا ہے جو ایک کو دوسروں پر برتر بناتا ہے، مسلمانوں کو اس واحد معیار کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور دوسرے تمام دنیاوی معیارات کو چھوڑ دینا چاہیے جو لوگوں کے درمیان فرق کرتے ہیں، جیسے کہ جنس، نسل اور سماجی حیثیت۔
باب 49 الحجرات، آیت 13:

’’ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے‘‘۔

راستبازی میں شامل نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کی طرف جاتا ہے جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے انسان جتنا زیادہ صالح ہے، اتنا ہی بہتر ہے۔ دوسرے تمام معیارات جو لوگوں کو الگ کرتے ہیں، جیسے کہ جنس، کو نظر انداز کرنا چاہیے کیونکہ اسلام میں ان کی کوئی قدر نہیں ہے۔ لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ چونکہ ایک شخص کی نیت پوشیدہ ہے،

لوگوں کو اپنے ظاہری اعمال کی بنیاد پر خود کو یا دوسروں کو دوسرے لوگوں سے بہتر نہیں سمجھنا چاہیے۔ باب 53 عن نجم، آیت 32:

"... تو اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو۔ وہ سب سے زیادہ جانتا ہے کہ کون اس سے ڈرتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اپنی بیوی کو اس کے درد اور تکلیف کا باعث بننے کے لیے واپس لینے کے وسیع کلچر کے خلاف خبردار کیا۔ درحقیقت اسلام سے پہلے عربوں میں اس بات کی کوئی حد نہیں تھی کہ شوہر اپنی بیوی کو اس کی عدت کے دوران کتنی بار واپس لے سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں بیوی غیر معینہ مدت تک اپنی شادی میں پھنس جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصحیح کی اور عدت کے دوران بیوی کو واپس لینے کی حد دو مرتبہ مقرر کی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کے خلاف تنبیہ کی چاہے وہ طلاق کا فیصلہ کریں یا باقی رہنے کا۔ باب 2 البقرہ، آیت 229:

" طلاق دو بار ہے۔ پھر]اس کے بعد [یا تو]اسے [قابل قبول طریقے سے رکھو یا]اسے [اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دو۔"

ایک بار پھر، شریک حیات کے ساتھ حسن سلوک کا حکم شوہر کو دیا گیا ہے اور بالواسطہ طور پر اس میں شامل ہے کہ بیوی اپنے شوہر کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ لہٰذا، شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کے مطابق صحیح سلوک کرنے کے لیے ابتدائی اقدامات کرے اور ان کے درمیان کسی بھی قسم کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ حیرت انگیز ہے کہ اس دن اور دور میں، بیویاں اکثر اپنے شوہروں کی طرف سے اپنے ازدواجی مسائل میں بیرونی مدد لینے کے لیے جوش و خروش کی کمی کی شکایت کرتی ہیں، جیسے کہ شادی کی مشاورت، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے کہ شوہر کو شادی کے مسائل کو حل کرنے کے لیے زیادہ شوقین ہونا چاہیے، چاہے اس کا مطلب بیرونی لوگوں سے مدد لینا ہی کیوں نہ ہو۔

اس کے علاوہ، حسن سلوک کو برقرار رکھنا، خواہ کوئی اپنے شریک حیات کو طلاق دے دے یا ان کے ساتھ رہے، تب حاصل کیا جا سکتا ہے جب کوئی اپنے شریک حیات کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کرے جس کی وہ خواہش کرتا ہے کہ ان کے محبوب کے ساتھ ان کی شریک حیات کا سلوک ہو۔

اس زمانے میں جب عورتوں کو گھریلو اشیاء کے طور پر درجہ بندی کیا گیا تھا اور مردوں کی طرف سے وراثت میں تھی، اللہ تعالیٰ نے اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر واضح کیا کہ بیوی کو دیا گیا جہیز اور اس کو دیا گیا کوئی اور تحفہ شوہر یا اس کے گھر والے زبردستی اس سے واپس نہیں لے سکتے، کیونکہ یہ چوری کے زمرے میں آئے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 229:

"...اور جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ لینا تمہارے لیے جائز نہیں ہے"

بیوی رضاکارانہ طور پر تحفے اپنے شوہر کو واپس کر سکتی ہے اگر اس سے اسے طلاق حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ لیکن اس معاملے میں بھی، جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، اس سے پہلے کہ وہ یا شوہر طلاق کا فیصلہ کریں، انہیں چاہیے کہ وہ باہر کے لوگوں کو شامل کریں تاکہ ان کے درمیان مسائل کو حل کرنے میں مدد ملے۔ جو لوگ تجربہ، اسلامی علم اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں، جیسا کہ ان خصوصیات کے حامل افراد دونوں طرف سے مخلص اور دیانت دار ہوں گے۔ باہر کی مدد پر انحصار الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے، کیونکہ دوہری شکل کے بجائے جمع استعمال کیا گیا ہے، جو صرف شوہر اور بیوی کی طرف اشارہ کرے گا .باب 2 البقرہ، آیت 229:

"اور تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ تم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو جب تک کہ دونوں کو یہ خوف نہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو برقرار نہیں رکھ سکیں گے۔ لیکن اگر آپ کو خوف

ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو برقرار نہیں رکھیں گے تو ان دونوں میں سے کسی پر بھی اس میں کوئی گناہ نہیں جس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو فدیہ دے رہی ہے۔

میاں بیوی کے درمیان حسن سلوک کی اہمیت پر بحث کرنے کے بعد، خاص طور پر شادی کی مشکلات کے دوران، اللہ اس حقیقت کو تقویت دیتا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ بدسلوکی کرنا اس کی حدود سے تجاوز کرنا ہے، اگرچہ شادی اور اس کے مسائل دو افراد کے درمیان ہوں۔ باب 2 البقرہ، آیت 229:

‘‘یہ اللہ کی حدود ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو۔’’

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور انہیں الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے ذہنی سکون اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے دونوں کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورا کرنے میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے لوگوں کے حقوق کو پورا کرنے میں مدد ملے گی، کیونکہ اس میں دوسروں کے ساتھ اپنے رویے کو کنٹرول کرنا بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ، ایک شخص کو اسلامی تعلیمات کے مطابق لوگوں کے حقوق کو پورا کرنا چاہیے۔ یہ سب سے بہتر اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص دوسروں کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرتا ہے جس طرح وہ خود چاہتا ہے کہ عام لوگوں سے سلوک کیا جائے۔ درحقیقت وہ جو دوسروں کے لیے وہی پسند کرتا ہے جو وہ اپنے لیے پسند کرتے ہیں وہی مومن کی تعریف ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے ۔

جبکہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے والا ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو ان کی عطا کی گئی ہے وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں ناکام رہے گا جس کی وجہ سے وہ ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکے گا، خواہ وہ تفریح کے لمحات ہی کیوں نہ دیکھے۔ یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے جب کوئی دولت مندوں کو دیکھتا ہے کہ وہ کس طرح ذہنی امراض میں مبتلا ہیں، کیونکہ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 82:

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور]پھر [زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

باب 20 طہٰ، آیات 124-126:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟)اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنے سے پیدا ہونے والا تناؤ کتابوں کی ایک بڑی لائبریری کی طرح ہے جو کسی ترتیب سے ترتیب نہیں دی گئی ہے۔ نتیجے کے طور پر، ایک مخصوص کتاب تلاش کرنے والے شخص کو اسے تلاش کرنے میں بہت زیادہ دباؤ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جبکہ، جو ایک اچھی طرح سے منظم لائبریری کے اندر کسی مخصوص کتاب کو تلاش کرتا ہے وہ اسے کم سے کم دباؤ کے ساتھ آسانی سے تلاش کر لے گا۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے، کیونکہ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ اسے عطا کی گئی تمام دنیاوی نعمتیں، بشمول ان کی زندگی کے اندر کے لوگوں کو، ان کی زندگی کے اندر صحیح طریقے سے ترتیب دیا گیا ہے، بالکل اسی طرح جیسے کتابوں کی اچھی طرح سے منظم لائبریری۔

اور اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنا دوسروں پر ظلم کرنے کا سبب بنے گا۔ اس ظالم کو دونوں جہانوں میں خاص کر قیامت کے دن انصاف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ظالم کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں اپنے متاثرین کے سپرد کرے اور اگر ضرورت پڑے تو وہ اپنے مظلوموں کے گناہ اس وقت تک لے گا جب تک کہ انصاف قائم نہ ہو جائے۔ یہ ظالم کو جہنم میں ڈالنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

ایک شادی شدہ جوڑے کو طلاق کے تیسرے اعلان تک نہیں پہنچنا چاہیے، کیونکہ یہ اسلام کے بتائے گئے طلاق کے طریقے سے متصادم ہے۔ لیکن اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو پھر اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کو غلط استعمال کرنے کی سزا لاگو ہوتی ہے۔ طلاق یافتہ جوڑا اب دوبارہ شادی نہیں کر سکتا، جب تک کہ بیوی کسی اور سے شادی نہ کرے اور اپنی شادی مکمل کر لے اور پھر اپنے دوسرے شوہر کو طلاق دے دے یا وہ مر جائے۔ کسی عورت سے طلاق کی نیت سے نکاح کرنا تاکہ وہ اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکے۔ سنن ابوداؤد نمبر 2076 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 230:

"اور اگر اس نے اسے]تیسری بار [طلاق دے دی ہے تو اس کے بعد وہ اس کے لیے حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے۔"

افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے ایسے جاہل مسلمان ہیں جو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ طلاق الفاظ کے ذریعے نہیں دی جانی چاہئے کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ کوئی شخص غصے کے وقت کہہ سکتا ہے حالانکہ وہ اس کا پورا مطلب نہیں رکھتے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اگر کوئی قرآن کریم کی نصیحت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر عمل کرے تو وہ کبھی بھی تینوں طلاقیں ایک ساتھ نہیں دے گا۔ اس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت تنقید کی ہے۔ درحقیقت اس نے اس طرز عمل کو قرآن پاک کا مذاق اڑانا قرار دیا۔ سنن نسائی نمبر 3430 میں موجود حدیث سے اس کی تصدیق ہوئی ہے۔ ایسا کرنے والا اپنی زبان پر قابو نہیں رکھ سکتا، خاص طور پر ایسی

سنگین صورتوں میں، اس لیے وہ اتنی بالغ نہیں ہوتی کہ پہلے شادی کر لیں۔ دوم، اگر کوئی اسلام کی دی گئی نصیحت پر عمل کرتا ہے اور الگ الگ مواقع پر زبانی طور پر طلاق دیتا ہے، تو اس سے ان کے جذبات پرسکون ہوتے ہیں تاکہ وہ اگلی طلاق دینے سے پہلے کچھ سوچ سکیں۔ آخر میں، یہ عجیب بات ہے کہ ایک مسلمان یہ کیسے قبول کرتا ہے کہ جو شخص شادی سے پہلے ان کے لیے حرام تھا وہ الفاظ کے ذریعے ان کے لیے حلال ہو سکتا ہے لیکن الفاظ کے ذریعے نکاح ختم کرنے کے تصور پر اعتراض کرتا ہے۔ یہ اعتراض صرف اپنی جہالت اور خواہشات کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر کسی کو الفاظ کے ذریعے طلاق پر اعتراض کرنا ہے تو اسے الفاظ کے ذریعے نکاح پر بھی اعتراض کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ الگ الگ تین طلاقیں دینا بھی اسلام میں ناپسندیدہ چیز ہے۔ اس :کی طرف پچھلی آیت، باب 2 البقرہ، آیت 229 سے اشارہ کیا گیا ہے

" طلاق دو بار ہے۔ پھر]اس کے بعد[، یا تو]اسے [قابل قبول طریقے سے رکھو یا]اسے [اچھے "...طریقے سے چھوڑ دو علاج

اس کی بجائے ایک طلاق دے اور بیوی کو واپس لیے بغیر عدت ختم ہونے دے کیونکہ اس سے نکاح ختم ہو جائے گا یا زیادہ سے زیادہ دو الگ الگ طلاقیں دی جائیں اور پھر عدت ختم ہو جائے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو جوڑے نئے نکاح نامہ کے ساتھ دوبارہ شادی کر سکتے ہیں اس کی ضرورت کے بغیر کہ بیوی پہلے کسی اور سے شادی کرے۔ لیکن اگر وہ دوبارہ شادی کرتے ہیں تو طلاق کا ایک تلفظ دونوں کو مستقل طور پر الگ کر دے گا، کیونکہ ان کی پہلی شادی میں دو تلفظ پہلے ہی استعمال ہو چکے ہیں۔

اس لیے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اپنی زبان کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ بے قابو زبان دونوں جہانوں میں مصیبت کا باعث بنتی ہے۔ اس کے علاوہ، انہیں اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اسلام کی طرف سے بتائی گئی تکنیک پر عمل کرنا چاہیے تاکہ وہ جلد بازی میں ایسا برتاؤ کرنے سے گریز کریں جس پر انہیں بعد میں پچھتاوا ہو۔

باب 2 البقرہ، آیت 230:

" اور اگر اس نے اسے]تیسری بار [طلاق دے دی ہے تو اس کے بعد وہ اس کے لیے حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے۔"

عام طور پر، یہ مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ جان بوجھ کر اسلامی تعلیمات کی غلط تشریح کرکے یا ان پر عمل کرنے کا وقت منتخب کرکے ان کا مذاق نہ اڑائیں اور اپنی خواہشات کے مطابق انہیں نظر انداز کردیں۔ یہ تضحیک ایک ایسی چیز ہے جس کا وہ دونوں جہانوں میں جواب دیں گے، کیونکہ یہ نہ صرف بے عزتی ہے بلکہ بیرونی دنیا کے سامنے اسلام کی غلط ترجمانی بھی کرتا ہے۔ جس طرح ایک سفیر کو اپنی قوم کی غلط تشریح کرنے پر نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح وہ مسلمان جو جان بوجھ کر اسلام کی غلط ترجمانی کرتا ہے، کیونکہ اسلام کی صحیح نمائندگی کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

لیکن جیسے جیسے احساسات وقت کے ساتھ بدلتے ہیں اور لوگ غلطیاں کر سکتے ہیں وہ بعد میں پچھتاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایک جوڑے کو اجازت دیتا ہے کہ دوسرے شوہر کی اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بعد یا اس کی موت ہو جائے۔ لیکن یہ دوبارہ شادی صرف اسی صورت میں کی جانی چاہیے جب جوڑے نے اپنی ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھا ہو اور ان کے درمیان معاملات طے کرنے کا عزم کیا ہو جس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی شامل ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 230:

’’ اور اگر وہ]یعنی مؤخر الذکر شوہر [اسے طلاق دے دے]یا مر جائے [تو ان پر]یعنی عورت اور اس کے سابقہ شوہر [پر کوئی الزام نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے پاس واپس آجائیں اگر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ حدود اللہ کو برقرار رکھ سکتے ہیں...

اللہ تعالیٰ ایک بار پھر واضح فرماتا ہے کہ لوگوں کے درمیان تعلق اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے کا تعلق براہ راست اس کی اطاعت سے ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں ناکامی اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز ہے، اس لیے اس سے ہر صورت بچنا چاہیے۔ یہ سب سے بہتر اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ وہ خود دوسرے لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اکیلا ہی اس حیثیت میں ہے کہ وہ انسانوں کو زندگی گزارنے کے لیے ایک ضابطہ حیات مہیا کر سکتا ہے، جیسا کہ میاں بیوی کے درمیان ضابطہ اخلاق، کیونکہ وہ اکیلا ہی انسانوں کی ذہنی اور جسمانی حالت، ازدواجی زندگی میں پیدا ہونے والے مختلف مسائل اور ان کی اصلاح کا مکمل علم رکھتا ہے۔ شادی کے مسائل اور میاں بیوی کی ذہنی حالتوں کے بارے میں علم اور سمجھ کی کمی کی وجہ سے کوئی دوسرا ضابطہ اخلاق ہمیشہ نامکمل رہے گا، یہاں تک کہ اس میدان میں ہونے والی پیشرفت کے باوجود۔ مثال کے طور پر، شادی کا مشیر، چاہے ان کے تجربے سے قطع نظر، میاں بیوی کی ذہنی حالت کے ہر پہلو اور جوڑوں کے درمیان شادی کے تمام مسائل جو لوگوں کے درمیان مختلف ہوتے ہیں، خاص طور پر مختلف نسلوں، ثقافتوں اور مذاہب کے اندر نہیں جانتے ہوں گے۔ اس سارے علم کو لوگوں میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ اس اور تمام قسم کے علم کو صرف اللہ تعالیٰ نے ہی گھیر رکھا ہے۔ لہٰذا، اگر کوئی شادی، یا زندگی کے کسی اور پہلو میں صحیح رہنمائی چاہتا ہے، تو اسے کامیاب ازدواجی زندگی اور آرام دہ خاندانی گھر کے حصول کے لیے اسلام کی تعلیمات پر بھروسہ کرنا چاہیے، جو ذہنی سکون حاصل کرنے کا ایک اہم پہلو ہے۔ صرف اسلامی علم رکھنے والے ہی اس حقیقت کی صحیح معنوں میں تعریف کر سکتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 230:

‘‘یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں وہ جاننے والوں کے لیے واضح کرتا ہے۔’’

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ بار بار شوہر کو تنبیہ کرتا ہے کہ اگر وہ شادی یا طلاق جاری رکھنے کا انتخاب کرتے ہیں تو اپنی بیوی کو تکلیف پہنچانے سے گریز کریں۔ باب 2 البقرہ، آیت 231:

’’اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرچکی ہوں تو یا تو انہیں قابل قبول شرائط کے مطابق اپنے پاس رکھو یا قابل قبول شرائط کے مطابق چھوڑ دو، اور ان کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے نہ رکھو۔‘‘

اللہ تعالیٰ پھر ایک خاص مثال کے ذریعے ایک عالمگیر اصول کی وضاحت کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 231:

’’اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی مدت پوری کرچکی ہوں تو یا تو انہیں قابل قبول شرائط کے مطابق رکھو یا انہیں قابل قبول شرائط کے مطابق چھوڑ دو، اور انہیں نقصان پہنچانے کے ارادے سے (ان کے خلاف) نہ رکھو۔ اور جس نے ایسا کیا اس نے یقیناً اپنے آپ پر ظلم کیا۔

جو دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہا ہے، خواہ یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکتا اور اس لیے اسے دونوں جہانوں میں اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس دنیا میں، ان کے پاس جو چیزیں ہیں وہ ان کے لیے تناؤ اور مصیبت کا باعث بنیں گی، چاہے وہ تفریحی لمحات کا تجربہ کریں۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ عدل و انصاف قائم کرے گا جس کی وجہ سے ظالم اپنی نیکیاں متاثرین کے حوالے کر دے گا اور اگر ضرورت پڑی تو ظالم اپنے مظلوموں کے گناہ لے گا۔ یہ ظالم کو جہنم میں ڈالنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کی تنبیہ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث میں کی گئی ہے ۔ اس لیے اپنی ذات کے لیے دوسروں پر ظلم کرنے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ جو نقصان وہ پہنچاتے ہیں وہ اپنے اوپر ہی لوٹ آئے گا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ زبانی طور پر اس پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے اسلام کا مذاق اڑانے سے گریز کریں لیکن عملی طور پر اس پر عمل کرنے میں ناکام رہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 231:

‘‘اور اللہ کی آیات کو مذاق میں مت لو۔’’

یہ مذاق انہیں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے سے روکے گا جو انہیں دی گئی ہیں اور اس کے نتیجے میں یہ غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنے گی۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، مصائب اور پریشانی کا باعث بنتا ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی تفریحی لمحات کا تجربہ کرے۔ باب 9 توبہ آیت 82:

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

باب 20 طٰہٰ، آیات 124-126:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ

میں دیکھ رہا تھا؟)اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ، یہ مذاق ایک مسلمان کو بیرونی دنیا کے سامنے اسلام کو غلط طریقے سے پیش کرنے کا سبب بنے گا اور اس کے نتیجے میں وہ اس سے دور ہو جائیں گے۔ یہ وہ چیز ہے جس کا ہر مسلمان جواب دے گا، کیونکہ انہوں نے اسلام کی صحیح نمائندگی کرنے کی ذمہ داری اس وقت اٹھائی جب انہوں نے اسلام کو اپنا عقیدہ قبول کیا۔

اس کے بجائے، قرآن پاک اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی صورت میں ان کو جو رہنمائی فراہم کی گئی ہے، ان کے سیکھنے اور ان پر عمل کر کے ان کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ وہ اس بات کا خاکہ پیش کرتے ہیں کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو کس طرح استعمال کرنا چاہیے، تاکہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرے، جس کے نتیجے میں ایک فرد، ایک خاندان اور وسیع تر معاشرے کے لیے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 231:

’’اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے اور جو کتاب اور حکمت تم پر نازل ہوئی ہے جس کی وہ تمہیں ہدایت کرتا ہے‘‘۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے، خاص طور پر لوگوں کی ذہنی اور جسمانی حالت کا اور اس دنیا میں ایک شخص یا معاشرہ جن مسائل کا سامنا کر سکتا ہے ان کو کس طرح حل کرنا ہے، وہ اکیلا ہی انسانوں کو ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے زندگی گزارنے کی ہدایت دے سکتا ہے۔ تمام انسانوں کی بنائی ہوئی ہدایات علم، دور اندیشی اور تعصب کی کمی کی وجہ سے یہ نتیجہ حاصل نہیں کر سکتیں۔

حکمت کا تذکرہ آیت 231 میں کیا گیا ہے، جیسا کہ یہ سکھاتا ہے کہ اسے جو علم دیا گیا ہے اسے صحیح طریقے سے استعمال کرنا ہے تاکہ اس سے ان کو اور دونوں جہانوں میں دوسروں کو فائدہ پہنچے۔ اسلامی علم انسان کو حکمت سے آراستہ کرتا ہے تاکہ وہ اپنے تمام دنیوی اور دینی علم کو صحیح طریقے سے استعمال کرے جو اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جس کے نتیجے میں وہ ذہنی سکون حاصل کرتا ہے۔ حکمت کے بغیر، ایک شخص آسانی سے اپنے پاس موجود علم کا غلط استعمال کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، سائنسی علم خطرناک چیزوں کو تیار کرنے کا باعث بن سکتا ہے، جیسے کہ ہتھیار، اگر حکمت کا استعمال نہ کیا جائے۔ جبکہ جس کے پاس عقل ہے وہ اپنے سائنس کے علم کو مفید چیزیں بنانے کے لیے استعمال کرے گا، جیسا کہ دوائیاں۔ یہ حکمت اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو یاد دلاتا ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات پر عمل کریں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں، خواہ یہ ان کی خواہشات اور سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت کے مشورے کے خلاف ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 231:

"اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔"

ایک شخص کو ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ یہ اس کے لیے بہترین ہے، حالانکہ اسے کڑوی دوائیں تجویز کی جاتی ہیں اور ایک سخت خوراک کا منصوبہ۔ جس طرح یہ عاقل مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص جو اسلام کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ جب کہ جو مریض اپنے ڈاکٹر کے مشورے کو رد کرتا ہے، جیسا کہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف ہے، اس کی ذہنی اور جسمانی صحت خراب ہوگی اور اسی طرح وہ شخص جو اسلام کی تعلیمات کو رد کرے گا کیونکہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف ہے۔ ایک ڈاکٹر غلطی کر

سکتا ہے لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، اس لیے اس نے انسانوں کو جو ضابطہ اخلاق عطا کیا ہے وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی ضمانت دیتا ہے۔

انسان جو بھی راستہ اختیار کرے گا اسے دونوں جہانوں میں اپنی پسند کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم سے بچ نہیں سکتے۔ باب 2 البقرہ، آیت 231:

''اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔''

باب 2 البقرہ، آیت 232:

'' اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرچکی ہوں تو انہیں اپنے شوہروں سے دوبارہ نکاح کرنے سے نہ روکو اگر وہ آپس میں کسی قابل قبول بنیاد پر راضی ہوں''۔

اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ لوگ طلاق یافتہ عورتوں کے لیے پریشانی کا باعث نہ بنیں جو انہیں کسی اور سے شادی کرنے سے روکتی ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ اکثر مسلمانوں میں ہوتا ہے، جس کے تحت سابق شوہر کے خاندان والے اپنی سابقہ بیوی کے بارے میں ایسی افواہیں پھیلاتے ہیں کہ اسے دوسرا شوہر تلاش کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ ایک بری خصلت ہے جس کو اپنانا کوئی نہیں چاہے گا کہ اس کی بیٹی کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے تو کوئی مسلمان کسی دوسرے کی بیٹی کے ساتھ ایسا سلوک کیسے کرسکتا ہے؟ اسلام واضح کرتا ہے کہ انسان کو دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جس طرح وہ چاہتا ہے کہ دوسرے لوگ اپنے پیاروں کے ساتھ سلوک کریں۔ درحقیقت جامع ترمذی نمبر 2515 کی حدیث کے مطابق یہ ایک سچے مومن کی نشانی ہے۔ دوسروں کی ناموس کو خراب کرنا ایک سنگین گناہ ہے جس سے بچنا ضروری ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور کسی

اور کی نافرمانی بہت بڑا عمل ہے۔ جب کوئی اس جیسا سنگین گناہ کرتا ہے تو یہ اکثر دونوں جہانوں میں تباہی کا باعث بنتا ہے۔

باب 2 البقرہ، آیت 232:

’’اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرچکی ہوں تو انہیں اپنے شوہروں سے دوبارہ نکاح کرنے سے نہ روکو اگر وہ آپس میں کسی قابل قبول بنیاد پر راضی ہوں‘‘۔

اس آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فریقین کے رشتہ داروں کو طلاق یافتہ جوڑے کو ایک دوسرے سے دوبارہ شادی کرنے سے نہیں روکنا چاہیے، جب تک کہ وہ دونوں اپنی ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھیں اور مستقبل میں اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا عزم کریں۔ اس تشریح کی تائید جامع ترمذی نمبر 2981 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک بھائی نے ابتدا میں اپنی بہن کو اپنے شوہر سے دوبارہ شادی کرنے سے روک دیا جب کہ اس نے ایک بار طلاق دے دی اور عدت گزر گئی۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اس نے خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کیا اور انہیں دوبارہ نکاح کی اجازت دے دی۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی حلال شادی کو نہ روکیں کیونکہ روکنا کسی چیز کو حرام قرار دینے کی ایک شکل ہے جب اسے اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے۔ یہ اتنا سنگین مسئلہ ہے کہ یہ براہ راست ایک شخص کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے دعوے کو چیلنج کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 232:

یہ ہدایت ہے کہ تم میں سے ہر اس شخص کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے‘‘۔’’

افسوس کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حلال کرنے کے بعد اس طرح کا برتاؤ جس سے کوئی چیز حرام سمجھی جاتی ہے، وہ چیز ہے جو اکثر مسلمانوں میں پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر، بہت سے مسلمان غیر اسلامی وجوہات کی بنا پر اپنے بچوں کو حلال شادیوں سے روکیں گے، جیسے کہ شریک حیات کا تعلق کسی دوسرے ملک سے ہے۔ یہ ایک سنگین مسئلہ ہے کیونکہ کسی کو بھی اپنی خواہشات کے مطابق چیزوں کو حلال یا حرام قرار دینے کا حق نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو براہ راست چیلنج کرتا ہے۔ اس لیے اس سے ہر قیمت پر گریز کرنا چاہیے۔ چونکہ جہالت اس رویے کا بنیادی سبب ہے، اس لیے اس سے بچنے کے لیے اسلامی تعلیمات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ آیت 232 میں اشارہ کیا گیا ہے، حلال شادی کو روکنا اکثر دونوں کے درمیان غیر قانونی تعلق کا باعث بن سکتا ہے، جو صرف اس میں شامل ہر فرد کے لیے دونوں جہانوں میں پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 232:

یہ تمہارے لیے بہتر اور پاکیزہ ہے‘‘۔’’

دونوں خاندانوں کو شادی کو ہونے سے روکنے کی جو بھی وجوہات ہو سکتی ہیں وہ مستقبل کے بارے میں علم کی کمی پر مبنی ہیں۔ زیادہ تر معاملات میں، ان کا انتخاب جذبات پر مبنی ہوتا ہے نہ کہ ثبوت پر۔ اس لیے وہ یہ فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، یہ فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے کیونکہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کو حلال قرار دیا ہے، دوسروں کو اسے حرام قرار دینے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 232:

''اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

شادی شدہ مسلمانوں کے لیے درج ذیل کچھ عمومی نصیحتیں ہیں تاکہ شادی کی مشکلات سے بچ سکیں جو طلاق کا باعث بن سکتی ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، ایک شخص کو اسلام کی تعلیمات کی بنیاد پر شریک حیات کا انتخاب کرنا چاہیے۔ جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 5090 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت کی گئی ہے کہ ایک شخص کو چاہیے کہ وہ ایسے شریک حیات کا انتخاب کرے جو تقویٰ کا مالک ہو۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اپنے شریک حیات کے حقوق کو پورا کریں گے اور ان پر ظلم کرنے سے گریز کریں گے، یہاں تک کہ جب وہ ناراض ہوں، کیونکہ وہ اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنے سے ڈرتے ہیں۔ جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ اپنے شریک حیات کے حقوق ادا نہیں کرے گا اور وہ آسانی سے ان پر ظلم کریں گے کیونکہ وہ اپنے انتخاب اور عمل کے نتائج سے نہیں ڈرتے۔

اس کے علاوہ اگر کوئی مسلمان زمین کی طرح برتاؤ کرتا ہے اور ہر وقت اپنے شریک حیات کی مدد کرتا ہے تو اس کی شریک حیات اسے نقصان سے بچا کر اس کے لیے آسمان بن جاتی ہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنے شریک حیات کو ذہنی اور جسمانی سکون دیتا ہے تو اس کے بدلے میں وہ ان کی مالی، ذہنی اور جسمانی مدد کا ستون بن جاتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان اسلام کے قوانین کے تحت اپنے شریک حیات کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ پائیں گے کہ بدلے میں اس کی شریک حیات بھی ایسا ہی کرتی ہے۔ اگر وہ اپنے شریک حیات کی عزت اور احترام کریں گے تو انہیں بھی وہی ملے گا۔ یعنی جو دیتا ہے وہی ملے گا۔

ایک مسلمان کو شائستہ ہونا چاہئے اور صرف اس طریقے سے بولنا اور عمل کرنا چاہئے جس سے اللہ تعالیٰ اور ان کی شریک حیات کو راضی ہو۔ انہیں اپنی شادی اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس پر

راضی ہونا چاہئے کیونکہ یہی حقیقی دولت اور خوشی ہے۔ میڈیا کا مشاہدہ کریں تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ شہرت اور قسمت خوشی نہیں لاتی۔ دراصل، مشہور شخصیات کی اکثریت اپنی شہرت اور خوش قسمتی کے باوجود طلاق لے لیتی ہے۔ ایک مسلمان کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اسراف اور فضول خرچی سے گریز کرتے ہوئے اپنے آپ کو اپنے شریک حیات کے لیے مزین کریں کیونکہ یہ ان کی محبت کو برقرار رکھنے کا ایک پہلو ہے۔ کسی کو ہمیشہ اپنے شریک حیات کے مزاج سے باخبر رہنا چاہیے اور مناسب طریقے سے بولنا اور عمل کرنا چاہیے، کیوں کہ اگر صحیح بات نامناسب وقت کہی جائے تو بھی جھگڑے ہو سکتے ہیں، مثلاً جب کوئی بھوکا یا تھکا ہوا ہو۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ پیسے کی قدر کرے اور اسے ضائع نہ کرے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی شریک حیات کو یہ ناپسند ہے۔ شادی شدہ جوڑے کو اولین ترجیح دینی معاملات میں خود کو تعلیم دینا اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ ان کے بچوں کو دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں اچھی تعلیم حاصل ہو۔ یہ تعلیم ان کے درمیان رشتے کو مضبوط کرے گی۔ ایک مسلمان کو اپنی شریک حیات کی معقول درخواستوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چیلنج نہ کرے کیونکہ شریک حیات کا مسلسل انکار غصے اور جھگڑوں کا باعث بن سکتا ہے۔ ان کے درمیان ہونے والی ہر چیز کو خفیہ رکھا جانا چاہئے کیونکہ راز افشا کرنے سے شادی شدہ جوڑے کے درمیان اعتماد ٹوٹ سکتا ہے۔ استثناء صرف یہ ہے کہ جب کوئی دوسرے سے مشورہ طلب کرے لیکن پھر بھی اسے عوامی معاملہ نہیں بننا چاہئے اور زیادہ لوگوں تک نہیں پھیلانا چاہئے۔ ایک مسلمان کو، حدود کے اندر رہتے ہوئے، اپنے شریک حیات کے جذبات کی عکاسی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، مثال کے طور پر، جب اس کا شریک حیات غمگین ہو تو اسے کھلے عام خوش نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس سے انسان کو یقین ہو سکتا ہے کہ اس کا شریک حیات ان کے جذبات کی پرواہ نہیں کرتا۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسلام کی حدود میں اپنے شریک حیات کی خاطر قربانی اور سمجھوتہ کرنا سیکھے کیونکہ اس سے ان کی شریک حیات انہیں راضی رکھنے کی کوشش کرے گی۔ ان سب باتوں کو یاد رکھنے کا ایک اچھا طریقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی شریک حیات کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جو وہ پسند کرتا ہے کہ اس کے محبوب کے ساتھ اس کی شریک حیات کا سلوک ہو۔ مثال کے طور پر، ایک شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہئے جو وہ چاہتا ہے کہ اس کا داماد اس کی بیٹی کے ساتھ سلوک کرے۔ یا بیوی اپنے شوہر کے ساتھ وہی سلوک کرے جو وہ چاہتی ہے کہ اس کی بہو اپنے بیٹے کے ساتھ سلوک کرے۔ صرف اس ذہنیت کو اپنانا ہی شادی کے اندر ان گنت مسائل کو حل کرنے کے لیے کافی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ، پھر طلاق کے بعد بچوں کی دیکھ بھال کے معاملے پر بات کرنے کی طرف بڑھتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 233:

مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال تک دودھ پلا سکتی ہیں جو کوئی دودھ پلانے کی]مدت [مکمل "
...کرنا چاہے۔ باپ کے ذمے ان کا]یعنی ماؤں کا [رزق ہے اور ان کا لباس جو کہ قابل قبول ہے

اپنے بچے کی پرورش کی مالی ذمہ داری مکمل طور پر شوہر پر عائد ہوتی ہے اور سابقہ بیوی کی مالی ضروریات اس مدت کے دوران جب وہ اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے اس کے سابقہ شوہر پر بھی ہوتی ہے۔ چونکہ یہ فریضہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اس لیے انسان کو اس سے چشم پوشی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ دونوں جہانوں میں اس کے لیے جوابدہ ہوں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ اسلام کے اندر ہر فرض کو لوگ پورا کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ کسی ایسے فرد پر کوئی فرض عائد نہیں کرتا جس کو وہ پورا نہ کر سکے اور نہ ہی وہ ایسی صورت حال کا حکم دیتا ہے جس کا سامنا انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دوران نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 233:

’’...کسی بھی شخص پر اس کی صلاحیت سے زیادہ کا الزام نہیں لگایا جاتا‘‘

جیسا کہ پورے قرآن پاک میں اس بات کو دہرایا گیا ہے، اس سے لوگوں کے پاس اسلام کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکامی کا کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ افسوس کی بات ہے کہ بہت سے لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن انہیں پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر وہ اپنی پوری کوشش کرتے تو وہ اپنے تمام فرائض کو پورا کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ضمانت دی ہے، اس لیے وہ اپنی پوری کوشش نہیں کر رہے ہیں۔ لوگوں کو سستی چھوڑنی چاہیے

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ناقص عذر قبول نہیں ہوں گے، کیونکہ وہ بہتر جانتا ہے کہ لوگ کس قابل ہیں اور اسی کے مطابق ان کے لیے فرائض مقرر کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پھر مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بطور ہتھیار استعمال کرنے سے گریز کریں تاکہ وہ اپنے سابقہ شریک حیات کو تناؤ کا باعث بنیں۔ اس کے بجائے ہر فرد کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے خاندان کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 233:

"کسی ماں کو اس کے بچے کے ذریعے اور کسی باپ کو اس کے بچے کے ذریعے نقصان نہیں پہنچانا چاہیے..."

پہلی بات یہ ہے کہ ماں کو نقصان پہنچانے کا ذکر باپ کو نقصان پہنچانے سے پہلے ان کے بچے کے ذریعے کیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ باپ کو اللہ تعالیٰ کی اس حد سے تجاوز کرنے اور اپنے بچے کے ذریعے اپنی سابقہ بیوی کو نقصان پہنچانے سے زیادہ حساس اور ڈرنا چاہیے۔ باپ یا ماں کو اپنے بچے کے سامنے ایک دوسرے کو حقیر یا بے عزت نہیں کرنا چاہیے اس طرح بچے کی اپنے والدین سے محبت کو کم کرنا ہے۔ یہ ایک شیطانی ذہنیت ہے کیونکہ ایک مسلمان کا کردار بچوں کے دلوں میں دوسروں کے لیے محبت اور احترام پیدا کرنا ہے۔ اگر وہ اس کے برعکس کریں گے تو بچہ بڑا ہو گا نہ کسی کی عزت کرے گا اور نہ ہی پیار کرے گا اور اس سے ان کی گمراہی کے امکانات بڑھ جائیں گے۔

اس کے علاوہ، اس طرح سے دوسروں کو نقصان پہنچانا اکثر مسلم شادیوں میں ہوتا ہے، جس کے تحت کوئی شخص اپنے بچے کو اپنی شریک حیات کے خلاف استعمال کرے گا تاکہ وہ اپنی خواہشات حاصل کرے، جیسے کہ اپنے شریک حیات کے رشتہ داروں سے دور کسی دوسرے گھر میں جانا۔ اس طرح کا برتاؤ کوئی معمولی بات نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک میں براہ راست منع کیا گیا ہے۔ اور

اس طرح کا برتاؤ صرف ایک جوڑے کے درمیان زیادہ تناؤ اور مسائل کا باعث بنتا ہے، چاہے وہ شادی شدہ ہو یا طلاق یافتہ، جو صرف اس میں شامل ہر فرد، خاص طور پر بچوں کے لیے زیادہ دلائل اور تناؤ کا باعث بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ باپ کے خاندان کو بھی ہدایت کرتا ہے کہ وہ اس کی موت کی صورت میں اپنے بچوں اور سابقہ بیوی کے تئیں اپنی ذمہ داری پوری کرے۔ باب 2 البقرہ، آیت 233:

‘‘اور]باپ کے [وارث پر]فرض ہے [جیسا کہ]باپ کا[۔’’

ایک بار پھر، بہت سے مسلم خاندان اس ہدایت کو نظر انداز کرتے ہیں اور اس کے بجائے اپنے متوفی رشتہ دار کی سابقہ بیوی اور بچوں کو چھوڑنے میں جلدی کرتے ہیں، حالانکہ انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کی مدد کرنی چاہیے۔ ایک خاندان کو اپنے بچوں کی زندگی میں اپنے متوفی رشتہ دار کی طرف سے چھوڑے گئے خلا کو پر کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ صحیح طریقے سے پرورش پائیں اور دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں۔ خاندانوں کا اپنے فوت شدہ رشتہ دار کے بچوں کو اس طرح چھوڑ دینا ان بچوں کی گمراہی کا ایک بڑا سبب ہے جس کی وجہ سے وہ اکثر جرم اور جیل کی زندگی گزارتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو کیا برے رویے دکھا سکتے ہیں، اس لیے وہ بچے کو دودھ پلانے کے لیے متبادل انتظامات کرنے کی اجازت دیتا ہے اگر دونوں فریق متفق ہوں۔ لیکن بچوں کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے باہمی مشاورت اور معاہدہ ہونا چاہیے۔ ماں اور باپ دونوں کو اپنے بچے کے بارے میں کیے جانے والے کسی بھی فیصلے میں شامل ہونے کا حق ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 233:

اور اگر وہ دونوں دونوں کی باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر آپ اپنے بچوں کو کسی متبادل کے ذریعہ دودھ پلانے کی خواہش رکھتے ہیں تو آپ پر کوئی گناہ نہیں جب تک کہ آپ اس کے مطابق ادائیگی کریں جو قابل قبول ہے..."

اللہ تبارک وتعالیٰ دونوں والدین کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ اپنے بچے کے بہترین مفاد میں پیش آئیں اور ایک دوسرے کے لیے کسی بھی قسم کے منفی جذبات کو کسی بھی طرح اس میں رکاوٹ نہ بننے دیں کیونکہ اللہ ان کی نیت، قول اور فعل کو جانتا ہے اور دونوں جہانوں میں ان کا جوابدہ ہوگا۔ باب 2 البقرہ، آیت 233:

‘‘اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔’’

عام طور پر دیکھا جائے تو مسلمانوں کو اپنی دنیاوی اور دینی دونوں زندگیوں میں اپنے وسائل کے مطابق کامیابی کے اوزار فراہم کرکے اپنے بچوں کے حقوق کی تکمیل کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔ افسوس کی بات ہے کہ بہت سے والدین اپنے بچوں کو دنیا میں کامیاب بنانے کے لیے بہت کوشش کرتے ہیں لیکن ان کی مذہبی ترقی میں وہی کوششیں کرنے میں ناکام رہتے ہیں، حالانکہ بعد والا معاملہ زیادہ اہم اور دور رس ہے۔ کسی بچے کو اس زبان میں قرآن پاک پڑھنے کا طریقہ سیکھنے کے لیے مسجد بھیجنا جو وہ نہیں سمجھتے۔ ہر والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچے کو قرآن پاک کا علم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی تعلیم دیں۔ یہ یقینی بنائے گا کہ ان کا بچہ اسلامی علم کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہترین ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں، جو انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کی طرف لے جائے گی۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ اپنے بچوں کے تئیں اپنے فرض میں کوتاہی ان کی گمراہی کا ایک بڑا سبب ہے، جس کا جواب ہر والدین دونوں جہانوں میں دیں گے۔ اس دنیا میں ان کا بچہ ان کے لیے پریشانی اور پریشانی کا باعث بنے گا اور جو آخرت میں آئے گا اس سے بھی بدتر ہو گا۔ والدین اس

تناؤ سے صرف اسی صورت میں آزاد ہو سکتے ہیں جب وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اپنے بچوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ مطلب، انہیں اپنے بچوں سے کسی قسم کی تعریف اور معاوضہ نہیں لینا چاہئے، کیونکہ یہ صرف تلخی کا باعث بنتا ہے، جب ان کے بچے ان کا شکریہ ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اور جیسا کہ انہوں نے اپنے بچوں کی پرورش اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے نہیں کی، اس لیے انہیں اس سے کوئی اجر بھی نہیں ملے گا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے -

باب 2 - البقرہ، آیات 234-235

وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنكُمۡ وَيَذَرُونَ أَزۡوَٰجٗا يَتَرَبَّصۡنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرۡبَعَةَ أَشۡهُرٖ وَعَشۡرٗاۖ فَإِذَا بَلَغۡنَ
أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيمَا فَعَلۡنَ فِيٓ أَنفُسِهِنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ خَبِيرٞ ٢٣٤
وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيمَا عَرَّضۡتُم بِهِۦ مِنۡ خِطۡبَةِ ٱلنِّسَآءِ أَوۡ أَكۡنَنتُمۡ فِيٓ أَنفُسِكُمۡۚ عَلِمَ ٱللَّهُ
أَنَّكُمۡ سَتَذۡكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّآ أَن تَقُولُواْ قَوۡلٗا مَّعۡرُوفٗاۚ وَلَا تَعۡزِمُواْ
عُقۡدَةَ ٱلنِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبۡلُغَ ٱلۡكِتَٰبُ أَجَلَهُۥۚ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ يَعۡلَمُ مَا فِيٓ أَنفُسِكُمۡ
فَٱحۡذَرُوهُۚ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٞ ٢٣٥

"اور جو لوگ تم میں سے موت کے گھاٹ اتارے جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں، وہ)بیویاں (چار مہینے اور دس دن انتظار کریں گے۔ اور جب وہ اپنی میعاد پوری کر لیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ اپنے ساتھ قابل قبول طریقے سے کرتے ہیں۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

تم پر اس بات کا کوئی قصور نہیں ہے جس کی طرف تم عورتوں کو کسی تجویز کے بارے میں]بالواسطہ [اشارہ کرتے ہو یا جو تم اپنے اندر چھپاتے ہو۔ اللہ جانتا ہے کہ آپ ان کو ذہن میں رکھیں گے۔ لیکن ان سے چپکے سے وعدہ نہ کرو سوائے صحیح قول کے۔ اور جب تک مقررہ مدت پوری نہ ہو جائے نکاح کا فیصلہ نہ کریں۔ اور جان لو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے اندر ہے، لہٰذا اس سے بچو۔ اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا اور بردبار ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عمل کا تذکرہ کیا ہے جو بیوہ کو اپنے شوہر کی موت کے بعد کرنا ضروری ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 234:

" اور جو لوگ تم میں سے موت کے گھاٹ اتارے جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، وہ)بیویاں (چار مہینے اور دس دن انتظار کریں..."

اس عدت کے دوران بیوہ اپنے فوت شدہ شوہر کے گھر میں رہنے کی حقدار ہے اور اس کی مالی مدد اس کے مال سے ہوتی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 240:

’’ اور جو لوگ تم میں سے موت کے گھاٹ اتارے جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، ان کی بیویوں کے لیے وصیت ہے :ایک سال تک نفقہ ان کو نکالے بغیر۔‘‘

افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمان گھرانے اس اہم فرض کو ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں اور اس کے بجائے اپنے متوفی رشتہ دار کی بیوی کو چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ قرآن پاک میں اس کے خلاف تنبیہ کی گئی ہے۔

بیوہ کے لیے عدت کا دورانیہ حمل کو خود کو ظاہر کرنے کی اجازت دیتا ہے، جو ظاہر ہے کہ اس کے مستقبل کے انتخاب کو متاثر کرے گا۔ اس کے علاوہ، عدت بیوی کو اجازت دیتی ہے کہ وہ اپنے فوت شدہ شوہر پر سوگ منائے، اسلام کی بتائی گئی حدود میں، مستقبل کے انتخاب اور فیصلوں میں جلدی کیے بغیر، جس پر اسے بعد میں پچھتاوا ہو، جیسے کسی اور سے شادی۔ عدت گزر جانے کے بعد، بیوہ یا تو تنہا رہنے یا دوبارہ شادی کرنے کے لیے آزاد ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 234:

اور جب وہ اپنی مدت پوری کر لیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے ساتھ قابل قبول ’’ طریقے سے کریں‘‘۔

جیسا کہ اس آیت میں جمع کا لفظ استعمال ہوا ہے، یہ اس بات کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ بیوہ کے رشتہ دار اس کی عدت کے دوران اور اس کے مستقبل کے انتخاب میں، جیسے شادی میں اس کی حمایت کرتے ہیں۔ بیواؤں کی مدد کرنا اس سے بھی زیادہ اہم ہے کیونکہ وہ ایک مشکل جذباتی حالت میں ہیں اور اس لیے غلط انتخاب کرنے کے لیے زیادہ حساس ہوتی ہیں۔ اسلام کے اندر بیواؤں کو ایک اعلیٰ مقام دیا گیا ہے اور ان کی مدد اپنے ذرائع کے مطابق کی جانی چاہیے، جیسے کہ جذباتی، جسمانی اور مالی مدد، خاص طور پر اس کے رشتہ داروں کی طرف سے۔ مثال کے طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 6006 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت کی ہے کہ جو شخص کسی بیوہ کی مالی مدد کرے تو اس کو ہر روز روزہ رکھنے اور ہر رات نفلی نماز پڑھنے والے کے برابر ثواب حاصل ہو سکتا ہے۔

غور طلب ہے کہ یہ آیت بیوہ کے مستقبل کے انتخاب کو بھی اس کے ہاتھ میں رکھتی ہے، اس لیے اس کے رشتہ دار اور اس کے فوت شدہ شوہر کے رشتہ داروں کو اسے کچھ فیصلے کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے، جیسے کہ کنوارہ رہنا، اگر وہ دوبارہ شادی کرنا چاہتی ہے۔ رشتہ داروں کا کردار بیوہ کو جذباتی، مالی اور جسمانی طور پر سہارا دینا ہے، یہ اسے کچھ ایسے انتخاب کرنے پر مجبور نہیں کرنا ہے جو ان کے لیے خوش ہوں۔ اس کے علاوہ عدت گزر جانے کے بعد بیوہ کو یہ محسوس نہیں ہونا چاہیے کہ اسے اس طرح زندگی گزارنی ہے جس سے اس کے رشتہ دار یا اس کے فوت شدہ شوہر کے رشتہ دار خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جذبات کو تسلیم کیا ہے اور اسے اپنے مستقبل کے بارے میں خود فیصلہ کرنے کی آزادی دی ہے اور اس لیے اسے بدنامی، دوسروں کے جذبات یا سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت کی آراء سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی نیت، قول اور فعل سے پوری طرح باخبر ہے، لہٰذا بیوہ اور اس کے رشتہ داروں کو اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق برتاؤ کرنا چاہیے کیونکہ دونوں جہانوں میں اس کے لیے جوابدہ ہوں گے۔
باب 2 البقرہ، آیت 234:

‘‘اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔’’

یہ ایک بار پھر اس فہم کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ لوگوں اور دنیاوی معاملات کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے جڑا ہوا ہے۔ لہٰذا حقوق العباد، حقوق العباد اور حقوق العباد کا آپس میں براہ راست تعلق ہے اور ان میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات کا خاکہ پیش کرتا ہے کہ بیوہ یا طلاق یافتہ کو پیش کی جانے والی تجویز کو صحیح اور احترام کے ساتھ کیا جانا چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 235:

" تم پر اس بات کا کوئی قصور نہیں ہے جس کی طرف تم عورتوں کو کسی تجویز کے بارے میں]بالواسطہ [اشارہ کرتے ہو یا جو تم اپنے اندر چھپاتے ہو۔ اللہ جانتا ہے کہ آپ ان کو ذہن میں رکھیں گے۔ لیکن ان سے پوشیدہ وعدہ نہ کرو سوائے ایک مناسب قول کے کہنے کے..."

ایک مناسب قول میں تجویز کے بارے میں کھلا رہنا اور بیوہ سے خفیہ طور پر براہ راست وعدہ کرنے کے بجائے دونوں طرف کے رشتہ داروں کو شامل کرنا شامل ہے۔ مرد کو شادی کے امکان کے بارے میں بیوہ کے گھر والوں سے باوقار طریقے سے بات کرنی چاہیے تاکہ اس کی نیک نیت اور نیک نیت سب پر واضح ہو جائے۔ اسے اس طرح بحث کرنی چاہیے کہ وہ پسند کرے کہ کوئی آدمی اپنی بیٹی یا بہن سے شادی کے امکان پر بات کرے۔ چونکہ ایک بیوہ جذباتی وقت سے گزر رہی ہے، کوئی بھی خفیہ تجاویز جو اس کے لیے موزوں نہیں ہیں، قبول کی جا سکتی ہیں، جو اس کے طویل مدتی تناؤ میں اضافہ کرے گی۔ جبکہ بیوہ کے رشتہ داروں کو شامل کرنے والی تجویز کو عوامی سطح پر درست طریقے سے نمٹا جا سکتا ہے جس کے تحت جلد بازی میں فیصلے سے گریز کیا جاتا ہے۔

مزید برآں، عدت کا نیا معاہدہ کرنے سے پہلے پہلے گزر جانا چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 235:

"...اور عقدِ نکاح کے اس وقت تک طے نہ کریں جب تک کہ مقررہ مدت پوری نہ ہو جائے ..."

عدت کے کچھ فوائد پہلے بھی زیر بحث آئے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ جلد بازی میں کیے جانے والے فیصلوں سے بچنے کا یہی واحد طریقہ ہے جب کہ بیوہ کو بہترین دیکھ بھال فراہم کی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے شوہر کی موت کے بعد اپنی زندگی میں آسانی سے آگے بڑھ سکے۔ اسلام کے احکام کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ صرف اپنے آپ کو اور دوسروں کے لیے پریشانی کا باعث بنیں گے، چاہے احکام ان کی خواہشات کے خلاف ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہترین ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں تجویز کی گئی ہیں اور سخت خوراک کا منصوبہ ہے۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص جو اسلام کی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ جو ایسا کرنے میں ناکام رہے گا وہ اپنے انتخاب کے نتائج سے نہیں بچ سکے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی نیت، قول اور فعل کو جانتا ہے اور دونوں جہانوں میں ان کا جوابدہ ہوگا۔ باب 2 البقرہ، آیت 235:

‘‘اور جان لو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے اندر ہے، لہٰذا اس سے بچو۔ ’’

لیکن چونکہ اسلام میزان اور رحمت کا دین ہے، اس لیے ان کے لیے بخشش اور رحمت کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے، چاہے انہوں نے ماضی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 235:

‘‘اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا اور بردبار ہے۔ ’’

میں احساس جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، عام طور پر، سچی توبہ شامل ہے، جب تک کہ اس سے مزید پریشانی نہ ہو، اس کے لیے خلوص دل سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتے جلتے گناہوں سے باز رہے اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہوں، ان کی تلافی کرے۔

آیت 235 میں مذکور مخصوص الٰہی صفات کو جاننے کا حکم، اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ انسان کو اس کے بارے میں منحرف عقائد کو اپنائے بغیر، جو کہ توہین آمیز ہیں اور بعض صورتوں میں توہین آمیز ہیں، اسلام کی تعلیمات کے مطابق، سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی ترغیب دی جائے۔ یہی ایک وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 2736 کی ایک حدیث میں یہ نصیحت کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کو جانتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس کے فرمائی ہے ان پر اپنی انسانی صلاحیت کے مطابق عمل کرنے کی اجازت علاوہ، الٰہی صفات کو سیکھنا انسان کو دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، جو اللہ کو جانتا ہے، سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، وہ اللہ کی خاطر دوسروں پر رحم کرے گا۔

باب 2 البقرہ، آیت 235:

‘‘اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا اور بردبار ہے۔ ’’

بیوہ اور اس کے لواحقین کو ان دونوں اسمائے الٰہی پر عمل کرنا چاہیے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کریں۔ بیوہ کو چاہیے کہ اپنے فوت شدہ شوہر کی کسی بھی غلطی کے لیے معاف کرنے کی کوشش کرے اور صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو قبول کرے، یہ جانتے ہوئے کہ یہ ہر ایک کے لیے بہتر ہے، چاہے اس کی پسند کے پیچھے حکمتیں پوشیدہ ہوں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

اس کے علاوہ بیوہ کے رشتہ داروں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ دار کی وفات کے وقت تحمل کا مظاہرہ کریں اور ان کے اور بیوہ کے درمیان کسی قسم کے اختلافات کو ایک طرف رکھیں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق اس کی حمایت کریں۔

باب 2 - البقرہ، آیات 236-237

لَّا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ إِن طَلَّقۡتُمُ ٱلنِّسَآءَ مَا لَمۡ تَمَسُّوهُنَّ أَوۡ تَفۡرِضُواْ لَهُنَّ فَرِيضَةٗۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى ٱلۡمُوسِعِ
قَدَرُهُۥ وَعَلَى ٱلۡمُقۡتِرِ قَدَرُهُۥ مَتَٰعَۢا بِٱلۡمَعۡرُوفِۖ حَقًّا عَلَى ٱلۡمُحۡسِنِينَ ٢٣٦

وَإِن طَلَّقۡتُمُوهُنَّ مِن قَبۡلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ وَقَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيضَةٗ فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ إِلَّآ أَن
يَعۡفُونَ أَوۡ يَعۡفُوَاْ ٱلَّذِي بِيَدِهِۦ عُقۡدَةُ ٱلنِّكَاحِۚ وَأَن تَعۡفُوٓاْ أَقۡرَبُ لِلتَّقۡوَىٰۚ وَلَا تَنسَوُاْ
ٱلۡفَضۡلَ بَيۡنَكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرٌ ٢٣٧

تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم ان عورتوں کو طلاق دے دو جنہیں تم نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ ان کے لیے کوئی فرض مقرر کیا ہے۔ لیکن ان کو معاوضہ دیں - امیر کو اس کی استطاعت کے مطابق اور غریب کو اس کی استطاعت کے مطابق - ایک رزق جو قابل قبول ہے، نیکی کرنے والوں پر فرض ہے۔ ’’

اور اگر تم نے ان کو چھونے سے پہلے طلاق دے دی اور تم نے ان کے لیے ایک فرض مقرر کر دیا ہے تو جو کچھ تم نے مقرر کیا ہے اس میں سے آدھا دے دو، الا یہ کہ وہ حق کو چھوڑ دے یا جس کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے وہ اسے ترک نہ کر دے۔ اور ترک کرنا نیکی کے زیادہ قریب ہے۔ اور اپنے درمیان احسان کو نہ بھولنا۔ بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اسے دیکھنے والا ہے۔‘‘

اللہ عزوجل، پھر نکاح کے مکمل ہونے سے پہلے طلاق کے مسئلہ پر بات کرتا ہے۔ ان آیات میں عدت کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی ہے کیونکہ حمل کا کوئی امکان نہیں ہے اور عدت کے دوران جوڑے کو ایک ساتھ رہنے پر مجبور کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اگر وہ اٹل ہیں تو وہ باضابطہ طور پر ایک ساتھ شادی شدہ زندگی شروع نہیں کرنا چاہتے کیونکہ یہ غیر ضروری جذباتی صدمے کا سبب بن سکتا ہے جو ان کے مستقبل میں دوبارہ شادی کرنے کے انتخاب کو متاثر کر سکتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 236:

’’ تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم ان عورتوں کو طلاق دے دو جنہیں تم نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ ہی ان کے لیے کوئی فرض مقرر کیا ہے۔‘‘

لیکن جس صورت میں جہیز کا تعین نہ کیا گیا ہو، اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ ایک بہترین مسلمان اپنی سابقہ بیوی کو جدائی کا تحفہ دے گا تاکہ معاملات کو مثبت انداز میں ختم کیا جا سکے۔ یہ تحفہ اسراف سے گریز کرتے ہوئے اپنی وساطت کے مطابق اور معاشرے کے اندر معاشرتی روایات کے مطابق دیا جائے۔ باب 2 البقرہ، آیت 236:

’’ لیکن ان کو معاوضہ دے دو – امیر کو اس کی استطاعت کے مطابق اور غریب کو اس کی استطاعت کے مطابق – ایک رزق جو قابل قبول ہے، نیکی کرنے والوں پر فرض ہے۔

عمومی طور پر دیکھا جائے تو یہ اسلام کا ہمیشہ سے اصول رہا ہے۔ انسان کو صرف اس کی وسعت کے مطابق ایک فرض دیا جاتا ہے اور وہ صرف آزمائشوں کا شکار ہوتے ہیں جن کا سامنا وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو برقرار رکھتے ہوئے کر سکتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 286:

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

لہٰذا مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کی طرف اپنے فرائض میں کوتاہی کے بہانے بنانے سے گریز کرنا چاہیے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان اپنی پوری کوشش کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اس بات کو سمجھے بغیر کہ اگر وہ حقیقت میں اپنی پوری کوشش کر رہے ہوں گے تو وہ بلاشبہ اپنے فرائض کو پورا کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ضمانت دی ہے۔ اس سست روی کو اپنانا انسان کو اپنے فرائض کی ادائیگی سے روکتا ہے اور اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔ ہر حکم، ممانعت اور آزمائش ایک چہرے کو کامیابی سے پورا کیا جا سکتا ہے اگر وہ واقعی اپنی پوری کوشش کریں۔ اور جب بھی ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو ان کے لیے سچی توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ مخلص توبہ میں احساس جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، شامل ہے، جب تک کہ یہ مزید پریشانی کا باعث نہ ہو۔ انسان کو سچے دل سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی تلافی کرنی چاہیے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کمال کی امید نہیں رکھتا بلکہ وہ لوگوں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے خلوص نیت سے کوشش کریں۔

باب 2 البقرہ، آیت 236:

''نیک کام کرنے والوں پر فرض ہے۔''

اسلام ہمیشہ مسلمانوں کو ایمان کی سربلندی کے لیے کوشش کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔ یہ تب حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص سچے دل سے اسلامی تعلیمات کو سیکھتا اور اس پر عمل کرتا ہے تاکہ وہ ان تمام نعمتوں کو استعمال کرے جو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو پورا کریں گے۔ یہ فضیلت ایک متوازن ذہنی

اور جسمانی کیفیت کی طرف لے جاتی ہے جس کے نتیجے میں ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جبکہ جو شخص سست رویہ اختیار کرتا ہے جس کے تحت وہ اسلامی علوم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتا ہے وہ آسانی سے ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہیں گے۔ ان کا رویہ انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے سے روکے گا، جو انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکے گا، چاہے وہ تفریح کے لمحات کا تجربہ کریں۔ یہ نتیجہ اس وقت بالکل واضح ہوتا ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے امیر اور مشہور۔ باب 9 توبہ آیت 82:

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور]پھر [زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اور باب 20 طہ، آیات 124-126:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟)اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

لہٰذا ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے، چاہے وہ اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہترین ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں تجویز کی گئی ہیں اور ایک سخت خوراک کا منصوبہ ہے۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف وہی علم ہے جس کے پاس کسی شخص کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے ضروری علم ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ معاشرے میں موجود انسانوں کی ذہنی اور جسمانی حالتوں کا علم تمام تر تحقیق کے باوجود اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہو گا، کیونکہ وہ ہر اس مسئلے کو حل نہیں کر سکتے جو انسان کو اپنی زندگی میں درپیش ہو اور نہ ہی ان کا مشورہ محدود علم، تجربے اور دور اندیشی کی وجہ سے ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ سے بچ سکے۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس نے اسے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی صورت میں انسانوں کو عطا کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہوتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق عطا کی گئی نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے۔

باب 2 البقرہ، آیت 237:

’’اور اگر تم ان کو چھونے سے پہلے طلاق دے دو اور تم نے ان کے لیے ایک فرض مقرر کر دیا ہے تو جو تم نے مقرر کیا ہے اس کا آدھا دے دو۔‘‘

اگر نکاح سے پہلے طلاق ہو جائے اور مہر مقرر ہو جائے تو مرد کو اس کا آدھا اپنی سابقہ بیوی کو دینا چاہیے۔ افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمان مرد اپنی بیویوں کو جہیز دینے میں ناکام رہتے

ہیں چاہے وہ شادی شدہ رہیں یا طلاق چاہیں، حالانکہ دینا فرض ہے اور عقد نکاح کا ایک پہلو۔ یہ ایک سنگین مسئلہ ہے جس کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ سابقہ بیوی اور اس کے رشتہ داروں کو جہیز ترک کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ طلاق اچھی شرائط پر ختم ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 237:

"اور اگر تم نے ان کو چھونے سے پہلے طلاق دے دی ہے اور تم نے ان کے لیے ایک فرض مقرر کر دیا ہے، تو جو کچھ تم نے مقرر کیا ہے اس میں سے آدھا دے دو، الا یہ کہ وہ حق کو چھوڑ دے یا جس کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے وہ اسے ترک نہ کر دے۔ اور ترک کرنا نیکی کے قریب تر ہے..."

اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سابقہ شوہر کو اپنی سابقہ بیوی کو آدھا جہیز دینے کے حکم کو ترک کر دینا چاہیے اور اس کے بدلے اسے حسن سلوک کے طور پر پوری چیز دے دینا چاہیے، کیونکہ عقد نکاح اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا تذکرہ تفسیر ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 666-667 میں ہوا ہے۔ یہ ایک بار پھر طلاق یافتہ جوڑے اور ان کے رشتہ داروں کے درمیان حسن سلوک کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے۔

یہ آیت اس بات کی بھی نشاندہی کرتی ہے کہ اس کے شوہر کے انتخاب کے فیصلے میں عورت کے رشتہ داروں کا ہاتھ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ، زیادہ تر معاملات میں، عورت کے غلط شوہر کے انتخاب کے نتائج اس کی ذہنی اور جسمانی صحت کے لیے زیادہ سنگین ہوتے ہیں، بجائے اس کے کہ مرد غلط بیوی کا انتخاب کرے۔ مثال کے طور پر، بیوی کے خلاف گھریلو تشدد شوہر کے خلاف گھریلو تشدد سے کہیں زیادہ عام ہے۔ اس کے علاوہ، بعض صورتوں میں، اس کے مرد رشتہ دار، جیسے کہ اس کا بھائی، ممکنہ شوہر کے کردار کے اندر منفی خصوصیات کو اس کے مقابلے میں آسانی سے شناخت کر لیں گے، کیونکہ مرد دوسرے مردوں کو عورتوں سے بہتر سمجھتے ہیں۔ جس طرح عورتیں دوسری عورتوں کو مردوں سے بہتر سمجھتی ہیں۔

اس کے علاوہ، اہم آیات کے ذریعے، اللہ تعالیٰ ایک بار پھر طلاق یافتہ جوڑے اور ان کے رشتہ داروں کے درمیان حسن سلوک کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اسے نیکی سے جوڑتا ہے، جس کا تعلق اس کی اطاعت سے ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان اکثر اللہ تعالیٰ کے حقوق اور فرائض کو لوگوں کے حقوق اور فرائض سے الگ کرتے ہیں، حالانکہ اسلام ان میں شامل ہو چکا ہے۔ ایک شخص دونوں جہانوں میں اس وقت تک ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ دونوں پہلوؤں کو پورا نہ کر لے، کیونکہ وہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے اپنے فرائض کا جواب دے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 237:

''اور اپنے درمیان احسان کو نہ بھولنا۔ بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اسے دیکھنے والا ہے۔ ....''

انسان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اگر وہ دوسروں پر ظلم کرے گا تو قیامت کے دن انصاف قائم ہو گا، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔ ظالم کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں اپنے متاثرین کے سپرد کرے اور اگر ضرورت پڑی تو انصاف کے قائم ہونے تک ظالم اپنے مظلوموں کے گناہ لے گا۔ یہ ظالم کو جہنم میں ڈالنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ انسان دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کو اس طرح پورا کر سکتا ہے جس طرح معاشرہ اس کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے۔ درحقیقت دوسروں کے لیے وہی پیار کرنا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق حقیقی مومن کی تعریف ہے۔

باب 2 - البقرہ، آیات 238-239

حَٰفِظُواْ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسْطَىٰ وَقُومُواْ لِلَّهِ قَٰنِتِينَ ٢٣٨

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۖ فَإِذَآ أَمِنتُمْ فَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ
تَعْلَمُونَ ٢٣٩

" نماز]فرض [اور]خاص طور پر [درمیانی نماز کو احتیاط کے ساتھ قائم رکھو اور اللہ کے سامنے عبادت کے ساتھ کھڑے رہو۔

اور اگر تم)دشمن سے (ڈرو تو پیدل یا سوار ہو کر نماز پڑھو۔ لیکن جب تم امن میں ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو جیسا کہ اس نے تمہیں سکھایا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

آیات کا پچھلا اور اگلا مجموعہ شادی کے مسائل پر بحث کرتا ہے، جیسے طلاق، اور اس کے درمیان اللہ تعالیٰ نے فرض نمازوں کو قائم کرنے کی اہمیت پر بحث کی۔ باب 2 البقرہ، آیت 238:

"نمازوں کو احتیاط سے ادا کرو۔ "

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شادی کے مسائل سے جڑے تمام لوگوں کو، جیسے کہ شادی شدہ جوڑے اور ان کے رشتہ داروں کو یاد دلا رہا ہے کہ وہ اس تناؤ کے دوران اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے فرائض کی اہمیت کو نہ بھولیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے شادی کی مشکلات کو کم کرنے کے لیے رہنمائی کرتا ہے بلکہ انہیں اپنے دیگر فرائض جیسے فرض نمازوں کی ادائیگی جاری رکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم رکھنا ہر حال میں خاص طور پر مشکلات کے وقت انتہائی ضروری ہے۔ اس لیے کسی کو دنیاوی دباؤ جیسے کہ شادی کے مسائل کو ان کے دیگر فرائض سے باز نہیں آنے دینا چاہیے، ورنہ وہ اس رحم سے محروم ہو جائیں گے جو انہیں اپنے دنیاوی دباؤ کو صحیح طریقے سے سنبھالنے کے لیے درکار ہے۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ پانچوں وقت کی فرض نمازیں روزِ حشر کی باقاعدہ یاد دہانی ہیں، اس لیے اس باقاعدہ یاد دہانی سے ان لوگوں کے لیے دو خاص فوائد حاصل ہوتے ہیں جو شادی کے مسائل کا سامنا کر رہے ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ اس شخص کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جسے شادی کے مسائل کے ساتھ ساتھ دیگر دنیاوی مسائل کا سامنا ہے، قیامت کی بڑی اور سنگین حقیقت کے بارے میں۔ چونکہ قیامت کا دباؤ اس دنیا میں درپیش کسی بھی تناؤ سے کہیں زیادہ ہے، اس لیے اسے یاد رکھنا دنیاوی دباؤ کی سنگینی کو کم کر دیتا ہے۔ اس سے شادی کے مسائل کو صحیح طریقے سے نمٹانے میں مدد ملے گی، بغیر کسی پریشانی کے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی مسئلے کو کسی بڑے مسئلے اور تناؤ سے تشبیہ دیتے ہوئے اسے چھوٹا دکھائی دیتا ہے۔ یومِ حشر کو باقاعدگی سے یاد رکھنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ یاد دلاتا ہے کہ دونوں جہانوں میں ان کی نیتوں، گفتار اور اعمال کے لیے جوابدہ ہوں گے۔ لہٰذا، جو شادی میں مشکلات کا سامنا کر رہا ہے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق، اپنے سابقہ شریک حیات اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صحیح طریقے سے بات کریں اور برتاؤ کریں، جیسا کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے اعمال کے لیے ان سے جوابدہ ہوگا۔ یہ دونوں فائدے ازدواجی مسائل اور دوسرے دنیوی مسائل کا صحیح طور پر سامنا کرنے کے لیے

بہت اہم ہیں، تاکہ وہ ذہنی سکون حاصل کرتے ہوئے ان مشکلات پر قابو پا لیں اور اس طرح وہ قیامت کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کریں، جو تمام لوگوں کا بنیادی مقصد ہے۔

اس کے علاوہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو برقرار رکھتا ہے، جیسے کہ ان کی فرض نمازیں قائم کرنا، قیامت کے دن جوابدہ ہونے کے خوف سے اپنے شریک حیات کے ساتھ صحیح سلوک کرے گا، اس سے ان صفات کے حامل شریک حیات کے انتخاب کی اہمیت کی نشاندہی ہوتی ہے۔ صرف وہی شخص جس میں یہ خوبیاں ہوں وہ اپنے شریک حیات کے ساتھ صحیح سلوک کرے گا، خواہ وہ ان سے ناراض ہوں۔ جب کہ جس میں یہ صفات نہیں ہیں وہ آسانی سے اپنے شریک حیات پر ظلم کرے گا اور ان کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہے گا، خاص طور پر جب وہ ان سے ناراض ہوں۔ صحیح بخاری نمبر 5090 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔

باب 2 البقرہ، آیت 238:

"نمازوں کو احتیاط سے ادا کرو۔ "

فرض نمازوں کو قائم کرنے میں ان کی مکمل شرائط اور آداب کے ساتھ ادا کرنا بھی شامل ہے، جیسے کہ وقت پر پڑھنا۔ فرض نمازوں کا قیام قرآن پاک میں اکثر دہرایا گیا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا سب سے اہم عملی ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ روزانہ کی نمازیں تمام پھیلی ہوئی ہیں، یہ روزِ قیامت کی مستقل یاد دہانی اور عملی طور پر اس کی تیاری کے طور پر کام کرتی ہیں، کیونکہ فرض نماز کا ہر مرحلہ قیامت سے جڑا ہوا ہے۔ جب کوئی صحیح معنوں میں کھڑا ہوتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح کھڑا ہوتا ہے۔ باب 83 المطففین، آیات 4-6:

" کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ ایک زبردست دن کے لیے جس دن بنی نوع انسان رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جب وہ جھکتے ہیں، تو یہ انہیں بہت سے لوگوں کی یاد دلاتا ہے جن پر قیامت کے دن تنقید کی جائے گی کہ انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ نہ کیا۔ باب 77 المرسلات، آیت 48:

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

اس تنقید میں زندگی کے تمام پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو عملی طور پر تسلیم نہ کرنا بھی شامل ہے۔ جب کوئی نماز میں سجدہ کرتا ہے تو یہ انہیں یاد دلاتا ہے کہ کس طرح لوگوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران اسے صحیح طریقے سے سجدہ نہیں کیا ، جس میں ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اس کی اطاعت شامل ہے، وہ قیامت کے دن ایسا نہیں کر سکیں گے۔ باب 68 القلم، آیات 42-43:

" جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔"

جب کوئی نماز میں گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہے تو یہ انہیں یاد دلاتا ہے کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آخری فیصلے سے ڈرتے ہوئے اس مقام پر بیٹھے ہوں گے۔ باب 45 الجثیہ، آیت 28:

"اور تم ہر قوم کو]خوف سے [گھٹنے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے۔ ہر قوم کو اس کے نامہ اعمال میں بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو ان عناصر کو ذہن میں رکھ کر نماز پڑھے گا وہ اپنی نماز کو صحیح طور پر قائم کرے گا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ نماز کے درمیان خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45:

‘‘...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے’’

اس اطاعت میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کو راضی کرنے کے طریقے سے عطا کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

باب 2 البقرہ، آیت 238:

"نماز]فرض [اور]خاص طور پر [درمیانی نماز کو احتیاط سے پڑھو۔ "

درمیانی نماز ظہر کی نماز)عصر (یا فجر کی نماز)فجر (ہو سکتی ہے۔ اسلامی کیلنڈر رات کو دن سے پہلے رکھتا ہے۔ تو اس طریقہ کے مطابق دن کی پہلی نماز غروب آفتاب کی نماز ہوگی اور اس لیے درمیانی نماز فجر کی نماز بن جاتی ہے۔ جبکہ اگر دن کی پہلی نماز کو دن کی روشنی کے لحاظ سے سمجھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلی نماز فجر کی نماز ہوگی۔ اس طریقہ کے مطابق درمیانی نماز ظہر کی نماز)عصر (بن جاتی ہے۔ بہت سے علماء نے ظہر کی نماز)عصر (کو درمیانی نماز کے طور پر اختیار کیا ہے۔ اس کی تائید احادیث سے ہوئی ہے، جیسا کہ جامع ترمذی، نمبر 2983 میں موجود ہے۔ کسی بھی صورت میں دونوں کو قائم کرنے کی نیت کرنی چاہیے کیونکہ اس سے باقی فرض نمازیں قائم ہوتی ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 574 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت کی ہے کہ جو شخص دو ٹھنڈی فرض نمازیں قائم کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ دو ٹھنڈی فرض نمازوں سے مراد فجر کی نماز)فجر (اور عصر کی نماز)عصر (ہے، کیونکہ ان اوقات میں درجہ حرارت ٹھنڈا ہوتا ہے۔ چونکہ یہ دونوں فرض نمازوں کا قائم کرنا سب سے زیادہ مشکل ہے، جیسا کہ یہ مشکل وقت یا ایسے وقت میں ہوتے ہیں جب لوگ اکثر دوسری چیزوں میں مشغول ہوتے ہیں، اس لیے ان کو قائم کرنے والا دوسری فرض نمازوں کو قائم کرنے میں آسانی پیدا کرے گا۔

جو اپنی فرض نمازوں کو قائم کرتا ہے، اس کی ترغیب دی جائے گی کہ وہ اپنے دن بھر اور ہر اس صورتحال میں جس کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسے کہ شادی کے مسائل میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں رہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 238:

"نمازوں کی]فرض [اور]خاص طور پر [درمیانی نماز کو احتیاط سے پڑھو اور اللہ کے سامنے عبادت کے ساتھ کھڑے رہو۔"

اس فرمانبرداری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ اللہ تعالیٰ اور

لوگوں کے حقوق ادا کیے جائیں گے۔ اس سے ایک متوازن ذہنی اور جسمانی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

ایک شخص کو اپنی خاطر اسلامی تعلیمات کو قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا چاہیے، چاہے وہ اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہترین ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں تجویز کی گئی ہیں اور ایک سخت خوراک کا منصوبہ ہے۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف وہی علم ہے جس کے پاس کسی شخص کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے ضروری علم ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ معاشرے میں موجود انسانوں کی ذہنی اور جسمانی حالتوں کا علم تمام تر تحقیق کے باوجود اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہو گا، کیونکہ وہ ہر اس مسئلے کو حل نہیں کر سکتے جو انسان کو اپنی زندگی میں درپیش ہو اور نہ ہی ان کا مشورہ محدود علم، تجربے اور دور اندیشی کی وجہ سے ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ سے بچ سکے۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس نے اسے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی صورت میں انسانوں کو عطا کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہوتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق عطا کی گئی نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے۔ باب 2 البقرہ، آیت 238:

"اللہ کے سامنے کھڑے ہو جاؤ، عبادت کے ساتھ ..."

باب 2 البقرہ، آیت 239:

’’ اور اگر تم)دشمن سے (ڈرو تو پیدل یا سوار ہو کر نماز پڑھو۔ لیکن جب تم محفوظ ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو جیسا کہ اس نے تمہیں سکھایا ہے۔

آس پاس کی آیات کے سلسلے میں جو شادی کے مسائل پر بحث کرتی ہیں، یہ آیت مشکل کے وقت، جیسے شادی کے مسائل، اور آسانی کے وقت میں اللہ تعالیٰ سے تعلق برقرار رکھنے کی اہمیت کی نشاندہی کر سکتی ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت پر توجہ مرکوز رکھنے کے لیے اس تعلق کو برقرار رکھنا بہت ضروری ہے تاکہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہو۔

باب 2 البقرہ، آیت 239:

’’ اور اگر تم)دشمن سے (ڈرو تو پیدل یا سوار ہو کر نماز پڑھو۔ لیکن جب تم محفوظ ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو جیسا کہ اس نے تمہیں سکھایا ہے۔

یہ آیت اسلام کی آسان فطرت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 185:

‘‘اللہ تمہارے لیے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور تمہارے لیے سختی نہیں چاہتا۔’’

اسلام اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، جس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ ان کی فطرت اور زندگی کے لیے کیا موزوں ہے۔ جس طرح ایک ڈاکٹر کسی بیمار کو نصیحت کرنے کے لیے بہترین ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی زندگی کے ہر معاملے میں نصیحت کرنے کے لیے بہترین ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک شخص ایسے ڈاکٹر پر کیسے بھروسہ کرسکتا ہے جو غلطیاں کرنے کا شکار ہو اور جس کے پاس بہت ہی محدود علم اور دور اندیشی ہو جب کہ مریض اس بات سے بے خبر ہوتا ہے کہ وہ جو دوائیں تجویز کی جاتی ہیں وہ انسانی جسم میں کیسے کام کرتی ہیں، پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور غلطی نہیں کرسکتا اور اس کے بجائے اس پر شک کرتا ہے کہ اس کی نصیحت پر عمل کرنے سے جسم کو سکون ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل صرف اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اسلامی علم اور اس میں موجود واضح دلائل کو سیکھے اور اس پر عمل کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ، جو سچے دل سے اس کی اطاعت کرنے والوں کی مدد کرتا ہے اور تاریخ اور موجودہ وقت کے واقعات جو اس وعدے کی تائید کرتے ہیں۔ اور کس طرح اس کی نافرمانی، عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے، دونوں جہانوں میں تناؤ اور پریشانی کا باعث بنتی ہے اور تاریخ اور موجودہ وقت کے واقعات جو اس تنبیہ کی تائید کرتے ہیں۔ یہ واضح دلائل ایک شخص کو یقین کے یقین کو اپنانے کا باعث بنیں گے، جس کے نتیجے میں وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی ترغیب ملے گی۔ یہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کی طرف جاتا ہے جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

باب 2 البقرہ، آیت 239:

اور اگر تم)دشمن سے (ڈرو تو پیدل یا سوار ہو کر نماز پڑھو۔ لیکن جب تم محفوظ ہو جاؤ تو اللہ کو ''
یاد کرو جیسا کہ اس نے تمہیں سکھایا ہے۔

یہ آیت اس بات کو سمجھنے کی اہمیت پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا صرف زبانی طور پر اس کے نام اور صفات کا ذکر کرنے سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حقیقی یاد میں اللہ تعالیٰ کو اپنی نیت سے یاد کرنا شامل ہے تاکہ وہ صرف اس کی خوشنودی کے لیے عمل کریں۔ جو لوگ دوسروں کو خوش کرنے کے لیے کام کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے اجر نہیں پاتے۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ نیک نیت کی ایک مثبت علامت یہ ہے کہ انسان لوگوں سے کسی قسم کی شکرگزاری یا بدلہ کی خواہش نہ کرے اور نہ ہی اس کی امید رکھے۔ اللہ تعالیٰ کو زبان سے یاد کرنے میں اچھی بات کہنا یا خاموش رہنا شامل ہے۔ اور اللہ کو یاد کرنا، اپنے اعمال میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے ذکر کے تمام پہلو پورے ہو جاتے ہیں تو یہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کی طرف لے جاتا ہے، کیونکہ انسان اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح جگہ پر رکھتا ہے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28:

''بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔''

جیسا کہ آیت 239 کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے، اس طرز عمل کو اپنانے سے یہ بھی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 239:

''پھر اللہ کو یاد کرو، جیسا کہ اس نے تمہیں سکھایا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔''

باب 2 - البقره، آیات 240-242

وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَٰجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَٰجِهِم مَّتَٰعًا إِلَى ٱلْحَوْلِ غَيْرَ
إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِيٓ أَنفُسِهِنَّ مِن مَّعْرُوفٍ
وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٤٠﴾

وَلِلْمُطَلَّقَٰتِ مَتَٰعُۢ بِٱلْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى ٱلْمُتَّقِينَ ﴿٢٤١﴾

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمْ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٤٢﴾

اور جو تم میں سے موت کے گھاٹ اتارے جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں، ان کی بیویوں کے " لیے وصیت ہے :ایک سال تک نگہبانی، بغیر ان کے نکالے". لیکن اگر وہ)اپنی مرضی سے (چھوڑ دیں تو آپ پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ اپنے ساتھ قابل قبول طریقے سے کرتے ہیں۔ اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اور طلاق یافتہ عورتوں کے لیے قابل قبول رزق ہے جو نیک لوگوں پر فرض ہے۔

اس طرح اللہ تم پر اپنی آیات واضح کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک بیوہ کے حال پر گفتگو جاری رکھی۔ باب 2 البقرہ، آیت 240:

"اور جو لوگ تم میں سے موت کے گھاٹ اتارے جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، ان کی بیویوں کے لیے وصیت ہے :ایک سال تک نگہبانی، بغیر نکالے"۔

چونکہ بیوہ انتہائی جذباتی وقت سے گزر رہی ہے، اس لیے اسے اکھڑ جانے کے بجائے اپنے شوہر کے گھر میں رہنا چاہیے، جس سے ذہنی تناؤ بڑھتا ہے۔ اس کے علاوہ، بیوہ کو اپنے غم کو سنبھالنے میں مدد کرنے کے لیے، اسے اس کے متوفی شوہر کی جائیداد سے یا اس کے رشتہ داروں کی طرف سے مالی مدد کرنی چاہیے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس فرض کو اکثر فوت شدہ شوہر کے رشتہ داروں کی طرف سے نظر انداز کیا جاتا ہے اور وہ اکثر بیوہ کو اس کے رشتہ داروں کے پاس بھیج دیتے ہیں، حالانکہ قرآن پاک کے مطابق اس کی مدد کرنا ان پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیوہ کی جذباتی، جسمانی اور مالی مدد کرنے کے لیے ان قوانین کو نافذ کیا ہے اور اس لیے مسلمانوں کو ان پر عمل کرنا چاہیے۔ انہیں اپنے متوفی رشتہ دار کی بیوہ کے ساتھ یہ سلوک کرنا چاہیے کہ اگر ان کا شوہر فوت ہو جائے تو وہ اپنے رشتہ دار کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔

مختلف آیات کے موافقت کے لیے جن میں بیوہ کو اپنے فوت شدہ شوہر کے گھر میں کتنی دیر تک رہنا چاہیے، بیوہ کو چار ماہ اور دس دن کی عدت میں گھر میں رہنا چاہیے اور پھر وہ یا تو باقی سال تک رہ سکتی ہے یا عدت ختم ہونے کے بعد رخصت ہوسکتی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 234:

"اور جو لوگ تم میں سے موت کے گھاٹ اتارے جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں، وہ (بیویاں) چار مہینے اور دس دن انتظار کریں گے"۔

اور باب 2 البقرہ، آیت 240:

" اور جو تم میں سے موت کے گھاٹ اتارے جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں، ان کی بیویوں کے لیے وصیت ہے :ایک سال تک نگہبانی، بغیر ان کے نکالے"۔ لیکن اگر وہ]اپنی مرضی سے [چھوڑ دیں تو..."

اس کے علاوہ، ایک سال کے لیے نفقہ کو درج ذیل آیت میں تفصیل سے بیان کیا جا سکتا ہے یا اس آیت میں بیوہ کے لیے مختص مخصوص وراثت سے الگ سمجھا جا سکتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 12:

اور ان کے لیے چوتھائی ہے اگر آپ نے کوئی بچہ نہ چھوڑا ہو۔ لیکن اگر تم نے کوئی بچہ چھوڑا تو ان کے لیے تمہارے چھوڑے ہوئے مال کا آٹھواں حصہ ہے، اس وصیت کے بعد جو تم نے کی ہو یا قرضہ ہو۔"

بیوہ کے لیے عدت کا دورانیہ حمل کو خود کو ظاہر کرنے کی اجازت دیتا ہے، جو ظاہر ہے کہ اس کے مستقبل کے انتخاب کو متاثر کرے گا۔ مزید برآں، عدت بیوہ کو اجازت دیتی ہے کہ وہ اپنے فوت شدہ شوہر پر سوگ منائے، اسلام کی حدود میں، مستقبل کے انتخاب اور فیصلوں میں جلدی کیے بغیر، جس پر اسے بعد میں پچھتاوا ہو سکتا ہے، جیسے کسی اور سے شادی۔ عدت گزر جانے کے بعد، بیوہ یا تو تنہا رہنے یا دوبارہ شادی کرنے کے لیے آزاد ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 240:

’’ لیکن اگر وہ)اپنی مرضی سے (چھوڑ دیں تو آپ پر اس میں کوئی قصور نہیں کہ وہ اپنے ساتھ قابل قبول طریقے سے کریں...‘‘

جیسا کہ اس آیت میں جمع کا لفظ استعمال ہوا ہے، یہ اس بات کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ بیوہ کے رشتہ دار اس کی عدت کے دوران اور اس کے مستقبل کے انتخاب میں، جیسے شادی میں اس کی حمایت کرتے ہیں۔ بیواؤں کی مدد کرنا اس سے بھی زیادہ اہم ہے کیونکہ وہ ایک مشکل جذباتی حالت میں ہیں اور اس لیے غلط انتخاب کرنے کے لیے زیادہ حساس ہوتی ہیں۔ اسلام کے اندر بیواؤں کو ایک اعلیٰ مقام دیا گیا ہے اور ان کی مدد اپنے ذرائع کے مطابق کی جانی چاہیے، جیسے کہ جذباتی، جسمانی اور مالی مدد، خاص طور پر اس کے رشتہ داروں کی طرف سے۔ مثال کے طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 6006 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت کی ہے کہ جو شخص کسی بیوہ کی مالی مدد کرے تو اس کو ہر روز روزہ رکھنے اور ہر رات نفلی نماز پڑھنے والے کے برابر ثواب حاصل ہو سکتا ہے۔

غور طلب ہے کہ یہ آیت بیوہ کے مستقبل کے انتخاب کو بھی اس کے ہاتھ میں رکھتی ہے، اس لیے اس کے رشتہ دار اور اس کے فوت شدہ شوہر کے رشتہ داروں کو اسے کچھ فیصلے کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے، جیسے کہ کنوارہ رہنا، اگر وہ دوبارہ شادی کرنا چاہتی ہے۔ رشتہ داروں کا کردار بیوہ کو جذباتی، مالی اور جسمانی طور پر سہارا دینا ہے، یہ اسے کچھ ایسے انتخاب کرنے پر مجبور نہیں کرنا ہے جو ان کے لیے خوش ہوں۔ اس کے علاوہ عدت گزر جانے کے بعد بیوہ کو یہ محسوس نہیں ہونا چاہیے کہ اسے اس طرح زندگی گزارنی ہے جس سے اس کے رشتہ دار یا اس کے فوت شدہ شوہر کے رشتہ دار خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جذبات کو تسلیم کیا ہے اور اسے اپنے مستقبل کے بارے میں خود فیصلہ کرنے کی آزادی دی ہے اور اس لیے اسے بدنامی، دوسروں کے جذبات یا سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت کی آراء سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی نیت، قول اور فعل سے پوری طرح باخبر ہے، لہٰذا بیوہ اور اس کے رشتہ داروں کو اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق برتاؤ کرنا چاہیے کیونکہ دونوں جہانوں میں ان کا جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ حکمت والا ہے، وہ اکیلا ہی بہترین ضابطہ اخلاق تجویز کر سکتا ہے جس پر لوگوں کو عمل کرنا چاہیے، جیسے کہ بیواؤں کو، تاکہ ذہنی سکون حاصل ہو۔ اس لیے ان لوگوں کی رائے کو نظر انداز کر دینا چاہیے جو اس کی نصیحت کے خلاف ہوں۔ باب 2 البقرہ، آیت 240:

‘‘اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔’’

اللہ تعالیٰ نے بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک پر بحث کرنے کے بعد طلاق یافتہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نکاح پر بحث ختم کی۔ باب 2 البقرہ، آیت 241:

‘‘اور طلاق یافتہ عورتوں کے لیے جائز رزق ہے جو کہ نیک لوگوں پر فرض ہے۔’’

عدت کے دوران، طلاق یافتہ خواتین کو ان کے سابقہ شوہر اور اس عدت کے دوران جب وہ اپنے بچے کی پرورش کر رہی ہوں ضروری ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 233:

"مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال تک دودھ پلا سکتی ہیں جو کوئی دودھ پلانے کی [مدت] مکمل کرنا چاہے۔ باپ کے ذمے ان کا [یعنی ماؤں کا] رزق ہے اور ان کا لباس جو کہ قابل قبول ہے...

مطلقہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کو صالحین پر فرض قرار دینا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسان اس وقت تک تقویٰ حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اس طرح کا برتاؤ نہ کرے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورا نہ کرے۔ یہ ایک بار پھر اس فہم کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ لوگوں اور دنیاوی معاملات کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے جڑا ہوا ہے۔ لہٰذا حقوق العباد، حقوق العباد اور حقوق العباد کا آپس میں براہ راست تعلق ہے اور ان میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔

اس کے علاوہ یہ آیت تقویٰ رکھنے والے شریک حیات کے انتخاب کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف وہی لوگ ہیں جو اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی شریک حیات کے حقوق ادا کریں گے، خواہ وہ ان سے ناراض ہوں۔ جب کہ جس میں تقویٰ نہیں ہے وہ اپنے شریک حیات کے ساتھ بدسلوکی کرے گا اور ان کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہے گا، خاص طور پر جب وہ ان سے ناراض ہوں۔ اپنی پرہیزگاری کی بنیاد پر شریک حیات کا انتخاب کرنے کی تمام اسلامی تعلیمات میں نصیحت کی گئی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 5090 میں موجود حدیث ہے ۔

آیات کے اس اور پچھلے حصے میں بحث صرف وہی لوگ قبول کریں گے اور اس پر عمل کریں گے جو اپنی عقل سے کام لیں اور اس کی نصیحتوں اور تعلیمات کے وسیع فوائد کی نشاندہی کریں۔ باب 2 البقرہ، آیت 242:

’’اس طرح اللہ تم پر اپنی آیات واضح کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔‘‘

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ انسان کا بنایا ہوا کوئی بھی قانون یا ضابطہ اخلاق کبھی بھی کامل نہیں ہو گا کیونکہ یہ متعصب، کم نظری اور علم کے لحاظ سے محدود ہوگا۔ یہ لوگوں کو اپنی زندگی میں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے سے روکے گا، جس کے نتیجے میں وہ ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکیں گے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ضابطہ اخلاق ہمیشہ کامل رہے گا کیونکہ وہ انسانوں کی ذہنی اور جسمانی حالتوں سمیت ہر چیز کو جانتا ہے، جس کو کوئی بھی معاشرہ اس موضوع پر ہونے والی تحقیق کے باوجود پوری طرح علم میں نہیں لا سکتا۔ لہٰذا، اللہ تعالیٰ ہی واحد ذات ہے جو لوگوں کو ایک ایسا ضابطہ اخلاق عطا کر سکتا ہے جو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنتا ہے، جس کے نتیجے میں ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ جس طرح دوا کے بارے میں مشورہ دینے کے لیے ایک ڈاکٹر بہترین شخص ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی ہے جو کسی کی زندگی کے ہر پہلو میں بہترین مشورہ دے سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جس طرح اسلام کی تعلیمات انسانوں کی فطرت کے لیے وضع کی گئی ہیں، وہ بے وقت ہیں، اسی طرح انسان کی فطرت بھی لازوال ہے۔ اور اسلام کی تعلیمات پر کوئی بھی عمل کر سکتا ہے، خواہ اس کے علم کی سطح کچھ بھی ہو، کیونکہ انہیں سمجھنا اور اپنی زندگی میں لاگو کرنا آسان ہے۔ جبکہ، دوسروں کی طرف سے دیے گئے

مشورے کی اکثریت، جیسے کہ حوصلہ افزا مقررین، ناقابل عمل ہیں، چاہے وہ دلچسپ لگیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 242:

''اس طرح اللہ تم پر اپنی آیات واضح کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔''

یہ تقریباً بیس متواتر آیات کے اختتام کا ایک موزوں طریقہ ہے جس میں شادی، طلاق، طلاق یافتہ جوڑے کے بچوں اور بیواؤں کے انتہائی اہم دستور پر بحث کی گئی ہے۔

اگرچہ بہت سے دنیاوی مسائل ہیں جن کا لوگوں کو سامنا کرنا پڑ سکتا ہے لیکن ان سب کو قرآن کریم نے حل نہیں کیا ہے۔ قرآن کریم شاخوں کے مسائل کو حل کرنے کے بجائے بنیادی مسائل کو حل کرتا ہے۔ ایک برانچ کا مسئلہ حل کرنے سے آخرکار دوسری برانچ کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ جبکہ جڑ کے مسئلے کو ٹارگٹ کرنے سے برانچ کے تمام مسائل غیر معینہ مدت تک ختم ہو جاتے ہیں۔ اس معاملے میں، قرآن پاک نے ہر اس مسئلے پر بحث نہیں کی جس کا تجربہ ایک شادی شدہ جوڑے کو ہو سکتا ہے بلکہ اس نے بنیادی مسئلے اور ان سے مناسب طریقے سے نمٹنے کے طریقے پر بحث کی ہے۔ شادی کے کام کے لیے اور میاں بیوی دونوں کے حقوق کی تکمیل کے لیے جوڑے کے درمیان حسن اخلاق اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ضروری ہے۔ ناخوش شادی شدہ جوڑوں کو اکٹھے رہنے پر مجبور کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ نے انہیں طلاق کا حلال راستہ دیا ہے۔ لیکن اس نے واضح کر دیا ہے کہ طلاق کی پوری کارروائی کے دوران اچھے کردار اور اللہ تعالیٰ کا خوف برقرار رکھا جانا چاہیے، جس سے بیوی، شوہر اور بچوں پر ہونے والے جسمانی اور جذباتی دباؤ کو کم کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بیوی اور شوہر کو طلاق کے دوران بچوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ طلاق کے منفی اثرات کو کم کیا جاسکے۔ یہ حربہ دوبارہ ایک جڑ کے مسئلے کو حل کرتا ہے جس کی وجہ سے شاخوں کے بے شمار مسائل ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ان بچوں کا مشاہدہ کرے جو تعلیم میں کامیاب نہیں ہوتے اور اکثر جرائم پیشہ گروہوں، نوعمر عدالتوں، حراستی مراکز اور جیلوں میں چلے جاتے ہیں، تو وہ دیکھیں گے کہ وہ ناخوش یا ٹوٹے ہوئے خاندانوں سے آتے ہیں جہاں ان کے والدین، خواہ وہ اکٹھے ہوں یا طلاق یافتہ، ایک دوسرے کے حقوق اور بچوں کے حقوق کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نکاح کی ترغیب دیتا ہے اور ناجائز تعلقات سے منع کرتا ہے۔ جب ایک جوڑے ایک شادی شدہ جوڑے کی طرح ایک دوسرے کے لیے حقیقی طور پر وقف نہیں ہوتے ہیں، تو پھر ان کو درپیش کوئی بھی حقیقی مشکلات جوڑے کے لیے زیادہ جذباتی دباؤ کا باعث بنتی ہیں، کیونکہ وہ ایک دوسرے کا صحیح طریقے سے ساتھ دینے میں ناکام رہتے ہیں۔ کسی کی زندگی میں ایک سے زیادہ رشتوں کا آنا اور باہر آنا بلاشبہ ان کی ذہنی صحت پر نقصان دہ اثر ڈالتا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ جو لوگ اپنے شراکت داروں سے الگ ہوجاتے ہیں وہ اکثر مشاورت میں ختم ہوجاتے ہیں۔ وہ ان رشتوں سے گریز کرنے والوں سے زیادہ ذہنی عارضے مثلاً ڈپریشن کا شکار ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ، وہ لوگ جو معاشرے میں ایک سے زیادہ شراکت داروں کے لیے جانے جاتے ہیں، ان کے لیے مناسب شریک حیات ملنے کا امکان کم ہوتا ہے جو ان کے حقوق کو پورا کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کی زندگی میں ایک سے زیادہ ساتھی ہوں گے وہ ایک ڈھیلے اور ناپسندیدہ کردار کو اپنائے گا، جسے لوگ شادی جیسے سنجیدہ عزم کے خواہاں ہیں، ناپسند کریں گے۔ یہ صرف اس شخص کے لیے جذباتی تناؤ میں اضافہ کرے گا جس کے ایک سے زیادہ شراکت دار ہوں۔ آرام دہ اور پرسکون تعلقات میں، جوڑے اکثر ایک ہی طول موج پر نہیں ہوتے ہیں۔ مطلب، دونوں میں سے ایک ہمیشہ تعلقات کو زیادہ سنجیدگی سے لیتا ہے، جیسے کہ اپنے ساتھی کے ساتھ بسنے کی خواہش۔ جبکہ دوسرا اپنے مستقبل کے بارے میں ایسا محسوس نہیں کرتا۔ جب رویے میں یہ فرق بالآخر سامنے آتا ہے تو یہ اکثر اس شخص کے لیے طویل عرصے سے جذباتی صدمے کا باعث بنتا ہے جس نے اس رشتے کو زیادہ سنجیدگی سے لیا تھا۔ جبکہ ایک شادی شدہ جوڑے پہلے قدم سے ہی ایک دوسرے کے ساتھ طویل مدتی وابستگی کے سلسلے میں ایک ہی طول موج پر ہوتے ہیں۔ شادی شدہ جوڑے ہر حال میں ایک دوسرے کے لیے وقف ہوتے ہیں، چاہے انہیں ایسے حالات کا سامنا ہو جو منصوبہ بند ہوں یا غیر منصوبہ بند، جیسے بچے پیدا کرنا۔ یہ رویہ عام جوڑوں میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ کسی دوسرے کے ساتھ تعلقات رکھنا بھی ایک شخص کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف بناتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کو پوری طرح سے جانتا ہے اور اگر وہ شادی کرتے ہیں تو وہ اکثر شادی کے بعد اپنے شریک حیات کی تبدیلی کی شکایت کرتے ہیں۔ زیادہ تر معاملات میں، وہ تبدیل نہیں ہوئے .جو چیزیں تبدیل ہوئیں وہ ان کے تعلقات کی ذمہ داریاں اور دباؤ تھیں۔ یہ مسئلہ اکثر ان جوڑوں کے لیے شادی کے مسائل کا باعث بنتا ہے جو شادی سے پہلے رشتے میں تھے۔ یہاں تک کہ اگر وہ شادی سے پہلے ایک ساتھ رہتے ہیں، تب بھی ایک ہی مسئلہ ہوگا۔ اس کے علاوہ، یہ کوئی راز نہیں ہے کہ جب بھی کسی کو اپنے ساتھی کے ساتھ پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس کا ان کی زندگی کے ہر دوسرے پہلو پر کتنا شدید اثر پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر، بہت سے نوجوان صرف اس لیے تعلیم چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ ہر روز اپنے سابق ساتھی کو دیکھنے کا سامنا نہیں کر سکتے۔ چونکہ شادی دو لوگوں کے درمیان ایک گہرا تعلق اور وابستگی ہے، اس لیے ان کے ٹوٹنے کا امکان کم ہی ہوتا ہے انہی معمولی مسائل پر جو عام جوڑے کے ٹوٹ جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ، کسی شخص کو کسی غیر قانونی رشتے کی ظاہری شکل میں دھوکہ نہیں دیا جانا چاہیے کہ اس میں جوڑے یا وسیع تر معاشرے کے لیے کوئی نقصان نہیں ہے۔ چونکہ لوگ محدود علم رکھتے ہیں، انتہائی کم نظر ہوتے ہیں اور اکثر اپنے جذبات پر قابو پاتے ہیں، اس لیے وہ غلط طور پر یقین کر سکتے ہیں کہ شادی سے باہر رشتہ رکھنا بے ضرر ہے جبکہ وہ اس چھپے ہوئے زہر کو دیکھنے میں ناکام رہتے ہیں جو ان پر اور دوسروں پر منفی اثر ڈالے گا۔ غیر قانونی تعلقات میں رہنے والے مسلمان کو وقت کے ساتھ ساتھ مزید قدم اٹھانے اور اپنے ساتھی کے ساتھ گناہ کرنے کی ترغیب دی جائے گی۔ چونکہ جذبات اور احساسات پر قابو پانا مشکل ہے اور چونکہ یہ گناہ، جیسے زنا، زیادہ تر معاشروں میں معمول بن چکے ہیں، اس لیے ایک غیر شادی شدہ جوڑا آسانی سے ان گناہوں میں پڑ سکتا ہے۔ یہ ان کے اور معاشرے کے لیے بے شمار دیگر مسائل کا باعث بنتا ہے، جیسے کہ ناپسندیدہ حمل اور یہاں تک کہ اسلام کے اندر دیگر بڑے گناہوں کو کم تر کرنا۔ اس کے علاوہ، یہاں تک کہ اگر کوئی اپنے ناجائز تعلقات کے اندر کوئی اور بڑا گناہ نہیں کرتا، جیسے کہ زنا، تب بھی ان کے جذبات انہیں واضح طور پر سوچنے سے روکیں گے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے ساتھی سے اچھی طرح شادی کر سکتے ہیں، یہ سمجھے بغیر کہ وہ مناسب شریک حیات نہیں ہیں، چاہے وہ ایک اچھا ساتھی ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شادی کے دباؤ اور ذمہ داریاں، جیسے کہ اپنے شریک حیات اور بچوں کے حقوق کو پورا کرنا، جوڑے کے درمیان تعلقات کو بدل دیتا ہے، جس کے نتیجے میں اکثر شادی کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شادی شدہ جوڑے جو شادی سے پہلے اکٹھے تھے اکثر ایک دوسرے پر شادی کے بعد اپنے رویے میں تبدیلی کا الزام لگاتے ہیں۔ اس کے علاوہ، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کوئی اپنے ساتھی کے ساتھ کتنا ہی وقت گزارتا ہے ، وہ کبھی بھی اپنے کردار کو نہیں جان پائیں گے جیسے ایک شادی شدہ جوڑا ایک دوسرے کو جانتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں پوشیدہ منفی خصوصیات شادی کے بعد ظاہر ہو جائیں گی، جو شادی کے مزید مسائل کا باعث بنتی ہیں۔ ایک سچائی جسے اکثر غیر قانونی تعلقات میں رہنے والے کسی شخص کی طرف سے نظر انداز کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص ایک اچھا ساتھی بناتا ہے وہ اس بات کی ضمانت نہیں دیتا ہے کہ وہ ایک اچھا شریک حیات یا اچھا والدین بنائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک اچھا ساتھی بنانے کے مقابلے میں ایک اچھا شریک حیات اور والدین بنانے کے لیے مختلف خصوصیات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اپنے ساتھی کے لیے اپنے جذبات کی وجہ سے، ایک شخص اکثر شادی کے لیے ایک متقی شخص کو منتخب کرنے کی اہمیت کو نظر انداز کر دیتا ہے، کیونکہ وہ واحد شخص ہے جو اپنے شریک حیات اور بچوں کے حقوق کو پورا کرے گا اور انہیں نقصان پہنچانے سے گریز کرے گا، خواہ وہ غصے میں ہوں۔ جبکہ جو شخص تقویٰ نہیں رکھتا وہ اپنے شریک حیات یا بچوں کے حقوق ادا نہیں کرے گا اور ان پر ظلم کرے گا، خاص طور پر جب وہ ناراض ہوں گے۔ جس کا ساتھی ہو گا وہ اس اہم نکتے کو نظر انداز کر دے گا اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے ساتھی کے ساتھ ان کے جذبات کی وجہ سے شادی کر لے گا، خواہ وہ تقویٰ کا مالک نہ ہو۔ محبت جیسے جذبات انسان کو اپنے محبوب

کی منفی خصوصیات سے اندھا اور بہرا بنا دیتے ہیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 5130 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ، جو بھی بچے غیر ارادی طور پر رشتے سے پیدا ہوتے ہیں وہ ان کے تعلقات پر مزید دباؤ ڈالتے ہیں، جس کے نتیجے میں اکثر وہ الگ ہوجاتے ہیں، کیونکہ وہ بچے کی پرورش کی ذمہ داری بانٹنا نہیں چاہتے۔ اس سے بچے کے بڑے ہونے کے لیے ایک ٹوٹا ہوا گھر بنتا ہے جہاں انہیں والدین دونوں کی حمایت اور نگرانی حاصل نہیں ہوتی، جو اکثر ہر کسی کے لیے پریشانی کا باعث بنتی ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جرائم، گروہوں میں ملوث نوجوانوں کی اکثریت اور وہ بچے جنہیں جنسی شکاریوں نے پالا ہے اور گھریلو تشدد کا شکار ہیں، ٹوٹے پھوٹے خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ بچے کی صحیح طریقے سے پرورش کرنا جب کوئی بچہ چاہتا ہے تو بہت مشکل ہوتا ہے، پھر کیا کوئی بچے کی صحیح پرورش کے جذباتی دباؤ کا تصور کر سکتا ہے جب کہ والدین پہلے بچے کی خواہش نہیں رکھتے تھے؟ یہ بچے کی پرورش پر منفی اثر ڈالتا ہے اور اکثر پہلے بیان کردہ مسائل کا باعث بنتا ہے۔ یہ تناؤ اکثر واحد والدین کی طرف سے بچے کو پرورش یا گود لینے کے لیے ترک کر دیتا ہے، جس کے زیادہ تر معاملات میں بچے پر نقصان دہ منفی اور طویل مدتی اثرات مرتب ہوتے ہیں، جن میں سے کچھ کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ اس سے بچے کے گمراہ ہونے کے امکانات مزید بڑھ جاتے ہیں۔

غیر قانونی تعلقات کے اندر یہ سب اور زیادہ منفی چیزیں کسی ایسے شخص کی تعریف نہیں کی جا سکتی جو جذباتی یا جاہل ہو، چاہے غیر قانونی تعلقات بے ضرر ہی کیوں نہ ہوں۔ غیر قانونی تعلقات میں ملوث ہونا بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی ایسے کھانے کا کھانا جو حقیقت میں زہر آلود ہونے پر مزیدار لگتا ہے۔ چونکہ یہ زہر پوشیدہ ہے، اس لیے کسی ایسے شخص پر بھروسہ کرنا چاہیے جو اس زہر سے واقف ہو اور ان کی نصیحت پر بھروسہ کرے کہ وہ کھانے سے پرہیز کرے جو لذیذ لگتا ہے، خواہ یہ اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام چیزوں کو جانتا ہے، خاص کر بعض اعمال اور رشتوں کے اندر چھپے زہروں کو، اس لیے اس کی نصیحت کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے، خواہ وہ خواہشات کے خلاف ہو۔ یہ ایک عقلمند مریض کی طرح ہے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہترین ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں تجویز کی جاتی ہیں اور غذا کا سخت منصوبہ۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف وہی علم ہے جس

کے پاس کسی شخص کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے ضروری علم ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ معاشرے میں موجود انسانوں کی ذہنی اور جسمانی حالتوں کا علم تمام تر تحقیق کے باوجود اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہو گا، کیونکہ وہ ہر اس مسئلے کو حل نہیں کر سکتے جو انسان کو اپنی زندگی میں درپیش ہو اور نہ ہی ان کا مشورہ محدود علم، تجربے اور دور اندیشی کی وجہ سے ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ سے بچ سکے۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس نے اسے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی صورت میں انسانوں کو عطا کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہوتی ہے جب کوئی ان لوگوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں اور جو نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان بے شمار شاخوں کے مسائل کو اصل مسئلہ یعنی ناجائز تعلقات کو ممنوع قرار دے کر اور شادی کی ترغیب دے کر دور کر دیا جس کے تحت ایک جوڑے نے اپنے آپ کو ایک دوسرے اور اپنے بچوں کے لیے مخلصانہ طور پر وقف کر دیا۔

قرآن پاک میں شادی، طلاق، بیوہ اور اولاد کے تصور کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک کامیاب معاشرے کی کنجی عطا فرمائی ہے۔ جب خاندان کے افراد، خواہ وہ اکٹھے ہوں یا طلاق یافتہ، ایک دوسرے کے حقوق پورے کرتے ہیں اور بچوں کے لیے ایک مستحکم اور خوش حال گھر بناتے ہیں، تو اس سے پورے معاشرے میں مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس، جب ایک خاندان ناخوش ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہتا ہے، تو یہ منفی لہر کا باعث بنتا ہے جو پورے معاشرے میں پھیل جاتا ہے۔

بہت سے مفکرین آئے اور چلے گئے جنہوں نے لوگوں اور معاشرے کو درپیش مسائل کو حل کیا ہے لیکن چونکہ یہ حل برانچ کے مسائل کو نشانہ بناتے ہیں ان حلوں کا فائدہ کم ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے بنیادی مسائل کے حل کے اس طریقے کے ذریعے جو فرد اور معاشرے کو متاثر کرتے ہیں، تمام چیزوں کو واضح کر دیا ہے تاکہ لوگ دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کر سکیں۔ باب 16 النحل، آیت 89:

اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کی وضاحت اور ہدایت اور رحمت ہے‘‘۔’’

لیکن جیسا کہ آیت 242 میں اشارہ کیا گیا ہے، صرف وہی لوگ جو ان کو دی گئی ذہانت کو صحیح طریقے سے استعمال کریں گے وہی اللہ تعالیٰ کی آیات میں گہری حکمت کو سمجھیں گے۔ باب 2 البقرہ، آیت 242:

‘‘اس طرح اللہ تم پر اپنی آیات واضح کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔’’

اچھے کردار پر 500 سے زیادہ مفت ای بکس

500+ FREE English Books & Audiobooks / كتب عربية / اردو کتب/ Buku Melayu / বাংলা বই / Libros En Español / Livres En Français / Libri Italiani / Deutsche Bücher / Livros Portugueses:

https://shaykhpod.com/books/

Backup Sites for eBooks: https://shaykhpodbooks.wordpress.com/books/
https://shaykhpodbooks.wixsite.com/books
https://shaykhpod.weebly.com
https://archive.org/details/@shaykhpod

YouTube: https://www.youtube.com/@ShaykhPod/playlists

AudioBooks, Blogs, Infographics & Podcasts: https://shaykhpod.com/

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

روزانہ بلاگز: www.ShaykhPod.com/Blogs
AudioBooks : https://shaykhpod.com/books/#audio
تصویریں: https://shaykhpod.com/pics
جنرل پوڈکاسٹ: https://shaykhpod.com/general-podcasts
PodWoman: https://shaykhpod.com/podwoman
PodKid: https://shaykhpod.com/podkid
اردو پوڈکاسٹ: https://shaykhpod.com/cast
Podcasts: Live https://shaykhpod.com/live

ای میل کے ذریعے روزانہ بلاگز اور اپ ڈیٹس حاصل کرنے کے لیے سبسکرائب کریں:
http://shaykhpod.com/subscribe

ای بکس/ آڈیو بکس کے لیے بیک اپ سائٹ : https://archive.org/details/@shaykhpod